ٹھینگا



نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

ٹھینگا

(طنز و مزاح)

اٹھارہواں مجموعۂ کلام

نوید ظفر کیانی

مکتبہ ارمغانِ ابتسام

https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com

ٹھینگا بھی بنتا نہ تھا
دامنِ محمل دیا

اُن غیر سیاسی عناصر کے نام

جنھوں نے قوم کا دامن ٹھینگوں سے
بھر دیا لیکن خود اُن کے نصیب
میں بھی ٹھینگوں کے
سوا کچھ اور
نہیں
!

جملہ حقوق محفوظ

ناشر	مَکتَبۂ اَرمَغانِ اِبتِسَام، پاکستان۔
کتاب	ٹھینگا
ایڈیشن	برقی کتاب
صفحات	۲۱۵
شاعر	نوید ظفر کیانی
طبعِ اوّل	۵ جولائی ۲۰۲۶ء
تعداد	لاتعداد
ای میل	nzkiani@gmail.com
ویب سائٹ	http://archive.org/@nzkiani
قیمت	۱۰۰۰ روپے
	۱۸ امریکی ڈالر
	(برقی ایڈیشن کا ہدیہ صرف اور صرف دعائیں)

فہرست

نوید ظفر کیانی۔ بیساختہ شاعر

مجاہد ادیب شیخ

نوید ظفر کیانی گزشتہ چار عشروں سے لکھ رہے ہیں اس لیے اِن کی فنکاری، پختہ کاری اور مہارت پر کوئی حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔ اِن کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری طنز و مزاح کا بہترین اِمتزاج ہے اور اس میں طنز و مزاح کی تمام خصوصیات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں، اِس لیے کسی تحریر کا اِن کے قلم سے نکلے ہونا ہی اُس کی ”قہقہہ لاوری“ کی ضمانت ہے اور اِن کے کلام سے لطف اندوز نہ ہوسکنے والا کوئی اعلیٰ درجے کا بدذوق یا سرے سے بے ذوق ہی ہوسکتا ہے۔

کیانی صاحب اِتنے بسیار گو نہیں جتنے بسیار نویس ہیں، لگتا ہے کہ یہ بولنے کی جگہ بھی لکھتے ہیں، شاید یہ خانگی اَمن قائم رکھنے کے لیے ایسا کرتے ہیں لیکن اِس سے کچھ اور مسائل پیدا ہونے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب ”ٹھینگا“ جس کے سرورق پہ اِن کا ٹھینگا دکھاتے ہوئے مسکراتا کیری کیچر دعوتِ نظارہ بھی دے رہا ہے، اِن کی اٹھارھویں طنزیہ و مزاحیہ کتاب ہے، جب کہ چار زیرِ تکمیل ہیں۔ اِس کے علاوہ اِن کی غزلوں نظموں پر مشتمل سات کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں اور چار زیر ترتیب ہیں۔ اِن کی تمام شائع شدہ کتب Pdf کی شکل میں نیٹ پر دستیاب ہیں، شاید الیکٹرانک میڈیا کی یلغار کے باعث کتاب کے قاری کم اور طباعت کے اِخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے اِنھوں نے آن لائن نمودار ہونے کا فیصلہ کیا ورنہ شاید یہ اِتنے کم

عرصے میں اتنی زیادہ کتب سامنے نہ لا سکتے۔

یہ منفرد، بے تکلف، بے ساختہ اور تیکھے لہجے کے شاعر ہیں جو ہزاروں میں الگ پہچانا جاتا ہے۔ اِن کا اپنا ہی انداز ہے جو کسی اور سے نہیں ملتا، منفرد ڈکشن، مشکل اور جدید قافیے، ردیف، تشبیہات اور استعارے اِن کی پہچان ہیں:

ے
تجھ کو اپنا دِل دیا
لائیسنس ٹو کل دیا

ے
ہر کسی سے اینٹھو قرض
موڈ کر لو آٹو قرض

ے
دِل والے کب سے لٹکے ہیں اس پر
اِک دار ٹھہرا ٹھینگے کا ہینگر

ے
مغز گھٹنوں میں ڈھونڈیے صاحب
کھوپڑی میں تو مل نہ پایا سراغ

ے
ایسی ایسی چلی ہے بونگی محفل میں
اپنا آج دماغِ قیل و قال گیا

یہ عام بات نہیں کرتے بل کہ خاص موضوعات چنتے ہیں۔ عام موضوع پر بات کریں بھی تو اِس انداز سے کرتے ہیں کہ وہ خاص ہو جاتی ہے، اِس کے باوجود اِن کے ہاں موضوعات کا بے حد تنوع ہے، بل کہ معاشرے کی ہر مضحکہ خیزی اِن کے کلام میں ہم کو نئے انداز سے دیکھنے کو مل جاتی ہے:

ے
یارب قوم کی خدمت کیسا دھندا ہے
جو بھی اِس میں آیا، مالامال گیا

؎ اِس قدر بھی نہیں ہوں بگڑا ہوا
جتنا واعظ نے کھا لیا ہے دماغ

؎ آنسہ ڈیمو کریسی کو کہاں چین بھلا
کھینچے رکھتے ہیں ریاست کے ادارے عارض

؎ کیا جو حال گھر کا تیرے بچوں نے
کوئی طوفان ایسا کر نہیں سکتا

؎ ہمسائی میری بیوی سے بولی میرے خلاف
جب دیکھتی ہوں چھت پہ مُوا دستیاب ہے

یہ اپنی شاعری میں دوسری زبانوں کے الفاظ بے دھڑک استعمال کرتے ہیں جو کہ انگوٹھی میں نگینے کی طرح فٹ ہوجاتے ہیں۔زیرِ نظر کتاب میں اِنھوں نے پنجابی اور انگریزی کے ساتھ ساتھ ہندی کے نامانوس الفاظ استعمال کر کے مزاح پیدا کرنے کے کامیاب تجربات بھی کیے ہیں:

؎ ہر شام مینڈک کی طرح کیا کیا ٹرائے چتمھ (دل)
ہر شام یادوں کا اِک جوہڑ بن جائے چتمھ

؎ جیسے پاکستان "پاکستھان" ہو (مطبخ)
لیڈروں کو لگ رہا ہے پاک گرھ (کچن)

؎ عصرِ حاضر کا ہے کمالِ بلاغ
خود کو شاہین کہہ رہا ہے کلاغ

؎ تریا ہٹ سے ہارنا بدھی کا ہے کام
ورنہ تیری زندگی بن سکتی ہے لام

ؔ ہر دو جانب نار ہے جس نے آگ لگائی
یا سسر کی استری ہے یا میری لُگائی

اِنھوں نے مزاح کی ہر صنف میں کامیابی سے لکھا، یہی وجہ ہے کہ وہ فرد، ثلاثی، رباعی قطعہ، نظمِ معریٰ و آزاد، لمرک، ہزل، تضمین اور تحریف ہر میدان کے کھلاڑی ہیں، بل کہ اِنھوں نے ایک نئی صنف نظمِ معین بھی ایجاد کی ہے جس کے کئی نمونے اِن کی کتاب میں موجود ہیں۔ مزید یہ کہ یہ مختصر غزل یا ہزل نہیں لکھتے، اِن کی غزلوں کے اشعار عام شاعروں سے زیادہ ہی ہوتے ہیں، لگتا ہے کہ الفاظ و قوافی اِن کے سامنے ہاتھ باندھے قطار در قطار کھڑے رہتے ہیں کہ یہ جسے چاہیں جہاں چاہیں استعمال کرلیں لیکن طوالت کے باوجود تخلیق کا حُسن متاثر نہیں ہوتا، اُس کی برجستگی، شگفتگی، تازگی، خندگی اور قہقہہ بارگی آخر تک برقرار رہتی ہے اور یہی اِن کی کامیابی ہے:

ؔ بارش میں اُس بُت کا میک اَپ اُترے جاتا تھا
دیکھ رہا تھا اُس کا بوتھا، دیکھ کبیرا رویا

ؔ وہ میرے خوابوں کو دھرتے ہیں کیسے ٹھینگے پر
ٹریس کیوں نہیں ہوتیں یہ لاشیں بہتی ہوئی

ؔ درکار تھی موصوف کو بوتھے کی صفائی
جب منھ پہ ملا، ہوگیا صابون مغلظ

ؔ عشقِ مرحوم کا خدا حافظ
ہاتھ بیگم کے لگ چکے ہیں خط

ؔ آگہی نے وہ لُچ تلی، ہر سو مچی ہے کھلبلی
میرا یقین ہو علیل، تیرا گمان ہو مریض

اِن کی اِس کتاب کا پس منظر کچھ سیاسی بھی ہے۔شاعر اور ادیب معاشرے کے حسّاس ترین افراد ہوتے ہیں، اِس لیے ناممکن ہے کہ وہ گردوپیش سے متاثر نہ ہوں، بل کہ میرے خیال میں تو وہ زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور موجودہ دور میں سیاست، آمریت اور جبر آپ کے گھروں تک پہنچ چکے ہیں، اِس صورت میں ادب برائے ادب کا علم کوئی کب تک اٹھائے رکھے، تب فرعونیت اور جبر کے خلاف جہاد فرض ہوجاتا ہے، چاہے وہ قلم یا زبان کی حد تک ہی ہو۔کیانؔی صاحب نے اِس جہاد کا حق بھی ادا کیا ہے اور جمہور کے پردے میں چھپے آمروں کو بڑی طاقت سے ”ٹھینگا“ دِکھاتے ہوئے اپنی کتاب اُوئَووو۔۔۔ سے شروع ہونے والی مزاحمت کا کینوس وسیع کرتے ہوئے سیاست کی مضحکہ خیزی میں معتد بہ اضافہ کر دیا ہے۔مزید اِنھوں نے جبر کے ذمے داروں کی طرف محض اشارہ نہیں کیا بل کہ بلا خوف و خطر اُن کا نام لے کر اُن کی نشان دہی بھی کردی ہے جو کہ ظاہر ہے بہت دِل گردے کا کام ہے۔جیسے ہر انسان کا کوئی سیاسی نظریہ اور آئیڈیل ہوتا ہے، ان کا بھی ہے اور اِنھوں نے اُسے منافقت یا غیر جانب داری کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرنے کی بجائے برملا اِس کا اظہار کیا ہے اور اپنی قیادت کے مقہور ہونے کے باوجود اُس کے ساتھ اپنی وابستگی کُھل کر ظاہر کی ہے۔کمال کی بات یہ ہے کہ وہ معاشرتی ناسوروں اور سوروں پر طنز کے تیر چلانے کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی قائم رکھتے ہیں، یہ الگ بات کہ کہیں کہیں ہنستے ہنستے آنسو بھی نکل آتے ہیں:

ے جب کورٹ میں آجائے تو آئین معطل
پہنچے جو اسمبلی میں تو قانون مغلظ

ے واسطہ جن کا نہیں کوئی سیاست سے ظفرؔ
رَول اُن کا ہے جہاں رُول سے ملتا جلتا

ے ساری دنیا ہے مبتلائے ٹرمپ، مُوڈا اپنے دکھا گیا ہے یہ موڈھ (احمق)
ہاتھ بندر کے آ گئی ماچس آگ ہر سو لگا گیا ہے یہ موڈھ

ے ہے کس جُون میں رے
اپنے دیس میں ہے ہر دم
غداروں کی جے

ے وہ تو ووٹوں کے نہیں سوٹوں کے بل پر آئے ہیں
حکمراں جائز نہ ہوں تو کیسے دیں جائز حقوق

ہم نے کبھی اِن کو TV کے مزاحیہ مشاعروں میں نہیں دیکھا، اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِن کی شاعری اِس قابل نہیں، بل کہ یہ TV پر مشاعرے پڑھنے والے کئی مسخروں سے اچھی اور معیاری شاعری کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صدر مقام پر رہائش پزیر ہونے کے باوجود اِنھوں نے اِس سلسلے میں کبھی تعلقات بنانے یا استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی، کیوں کہ اِن میں درویشوں والی کچھ خصوصیات پائی جاتی ہیں، اِس لیے یہ کسی صلے کی تمنا یا ستائش سے بے پروا ایک کونے میں بیٹھے اپنا کام کیے جا رہے ہیں۔ اِن کا اپنا ہی کہنا ہے:

ایک شاعر مجھ سے فرمانے لگے
شعر گوئی آپ پر جچتی نہیں
آپ کو شاعر کوئی کیسے کہے
آپ کی پبلک ریلیشن ہی نہیں

بہر حال آپ آگے بڑھیے، کتاب پڑھیے، اُمید ہے آپ مایوس نہیں ہوں گے۔ بفرضِ محال اگر آپ کو زیادہ مزا نہ بھی آیا تو آپ کا سیاسی شعور ضرور بہتر ہوگا۔

پیش رس

مسکراہٹ، ہنسی، قہقہہ۔۔۔تینوں قسموں کے پیڑوں پر ایک ہی قسم کا پھل لگتا ہے اور وہ ہے خوشی کا پھل۔۔۔ہنسانے یا مسکروانے والے چاہے لطیفہ ساز ہوں، نثر نگار ہوں یا سخن دان، اِن سبھی کے ظرف اِس نایاب اور قیمتی پھل کی پنیری کے لیے انتہائی سازگار ہیں۔

ہمارے ہاں کے مشاعروں کی روایت میں بھی طنزیہ ومزاحیہ شعراء کی خاصی اہمیت رہی ہے۔جس طرح مٹھاس کا تعلق انبساط اور لطفِ کام و دہن سے باندھا جاتا ہے، اِسی طرح مشاعروں میں بھی مزاحیہ شعراء کو انتہائی رغبت سے سُنا جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ آج کل کے فکاہی شعراء محض سنوائے جانے کے ذوق کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ دکھوائے جانے کا شوق بھی رکھتے ہیں چناں چہ مشاعروں میں آپے سے باہر ہوئی ہوئی خواتین ماڈلوں سے شرط باندھ کر آتے ہیں اور اِس قدر زرق برق لباس میں آتے ہیں کہ آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ مشاعروں میں مزاحیہ شاعروں کو نہ صرف زیادہ توجہ سے سُنا جاتا تھا بلکہ داد بھی سنجیدہ شعراء کی نسبت زیادہ دی جاتی تھی۔اِنہیں نہ صرف داد دی جاتی تھی بلکہ مسکراہٹوں اور قہقہوں سے بھی نوازا جاتا ہے جسے وہ داد سے کچھ ماسوا ہی خیال کرتے تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بچپن/ لڑکپن کی چاکلیٹ جب پچپن کی شوگر میں تبدیل ہو جاتی ہے تو لگ پتا جاتا ہے، بقول اکبرؔ الٰہ آبادی:

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا

یہی وجہ ہے کہ سُخن کی اِس مٹھائی کی دکان میں مزاح کے شکر پاروں کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ فکر و نظر کے نمک پاروں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہ شعراء کہیں غفلت کی ہنسی ہی نہ بانٹتے رہ جائیں جس سے موصوف شاعر آہ بھرنے کو بہتر سمجھتے رہے ہیں۔ دراصل اچھا مزاح وہی ہے جو ہمیں ہنسی کے ساتھ ساتھ عصری تلخیوں سے بھی روشناس کرتا ہو اور سوچ کی دعوت بھی دیتا ہو۔ بے شک آپ فقرہ ضائع نہ کریں، بندہ ضائع کر دیں لیکن ایسے ضائع کریں کہ وہ ضائع ہو کر بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ "یار، ویسے کہہ تو وہ ٹھیک رہا تھا۔" گویا اُس کا ضائع ہونا بھی کام آ جائے۔

بسا اوقات حالات کی یورش بندے کو اِس قدر حسّاس کر دیتی ہے کہ وہ مزاح کو پسِ پشت ڈال کر طنز کی تلوار سونت لیتا ہے بلکہ جگتوں کے ریوالور سے کشتوں کے پشتے لگاتا چلا جاتا ہے لیکن سیلف ڈیفینس کا یہ معرکہ بھی اِس مہارت سے لڑا جانا چاہیے کہ اگر طنز کا ریوالور چل بھی پڑے اور خون خرابے کا ماحول بن بھی جائے تو مقتول بھی اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکے اور اُس کی لاش بھی قہقہے بکھیرتی نظر آئے۔

میں نے اپنے اِس مجموعۂ کلام میں اِس قلمی جہاد سے سرخرو ہونے کے لیے ہر قسم کا ہتھیار استعمال کیا ہے، مزاح، طنز، جگت بازی، سب کچھ۔۔۔ کہیں اپنے طاقت دکھاتے ہوئے اور کہیں اپنی کمزوری چھپاتے ہوئے، ظاہر ہے جگت بازی وہ آخری حملہ ہوتا ہے جو دیوار سے لگائے جانے پر کیا جاتا ہے اور یہ سوچ کر کیا جاتا ہے کہ مرنا تو یُوں بھی ہے، مزاحمت کر کے ہی سہی۔ کوئی ننگا بادشاہ آپ کو اپنی مُطلق العَنانیت کی سولی پر چڑھا دینا چاہے تو آپ بھی اُس کی برہنگی کی طرف انگشت نمائی کر کے ایک عدد قہقہہ تو جڑ ہی سکتے ہیں (چاہے وہ آخری قہقہہ ثابت ہو)، گویا طنزیہ شاعری بھی ایک طرح سے مزاحمت کی شکل ہوتی ہے اور اپنے آپ کو زندوں میں ثابت کرنے کے لیے مزاحمت کا راستہ ازحد ضروری ہے، چناں چہ

آپ کو کتابِ ہذا میں انتساب سے لے کر آخری صفحے تک مزاح کی چاشنی کے ساتھ ساتھ مزاحمت کی کیفیت بھی ملے گی، جس کا حوالہ میرے لیے فخر و مباہات کا باعث ہو گا کہ میرے اندر کا شاعر بھی عصری آمریت کے خلاف صف آراء عناصر میں شامل ہے، چاہے کسی بھی صف میں ہو۔

میں اِس کتاب کی تخلیق میں بھرپور مدد کرنے پر امریکی صدر ٹرمپ، بھارتی صدر مودی، صدرِ پاکستان، وزیرِ اعظم پاکستان، نامعلوموں کی ساری رینج، اُن کے ترجمان مع چمچگان اور پاکستانی و بین الاقوامی سیاست کے ایسے ہی ہزارہا کرداروں کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے اِس کتاب کی تکمیل ممکن ہو پائی۔ اگر اُن کی بونگیاں اور بدقماشیاں شاملِ حالات نہ ہوتیں تو نہ تو مجھے اِس قدر شاعری کے چھونے ستاتے اور نہ ہی اِس کتاب کی اشاعت ممکن ہو پاتی۔

میں پیارے دوست جناب خادم حسین مجاہد کا بھی تہِ دِل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتابِ ہذا کی زبان و بیان کی غلطیوں کی نشاندھی فرمائی۔ اِن غلطیوں کا تو میں روزِ ازل سے مرتکب ہو رہا تھا تاہم میں نے نہایت سعادتمندی سے اپنی غلطیوں کو تسلیم بھی کر لیا ہے، حالاں کہ انسان خطا کا پُتلا خطا کرنے کی حد تک ہے، اُسے ماننے کا قائل تو ہرگز نہیں۔

آپ کی آراء کا بھی انتظار رہے گا۔

فقط احقر

نوید ظفر کیانی

۵ جولائی ۲۰۲۶ء

تجھ کو اپنا دِل دیا
"لائسنس ٹو کِل۱" دیا

عاشقی کا کنٹریکٹ
دیکھ کر "گڈ وِل" دیا

عشق میں اُس شوخ کو
رتبۂ قاتل دیا

ٹھینگا بھی بنتا نہ تھا
دامن محمل دیا

---

۱ Licence to kill

صورتِ زوجہ، خدا!
پیر کیا کامل دیا

بخت ہے سسرالوجی
پرچۂ مشکل دیا

---ق---

ڈاکٹر کیوں ہے مسیح
رب نے کیسا دِل دیا

خدمتِ انسانیت
کی، تو اُس کا بِل دیا

ایڈمِٹ لائف میں کر!
فارم کر کے فِل دیا

کس نشے میں ٹُن رہا
رات بھر کاہل "دیا"

میں نظر وٹو تو تھا
گال پر کیوں تِل دیا

شاعری کا پیار نے
ذوقِ لاحاصل دیا

کاہل کو تنبیہہ

اِتنا بھی کاہل مت بن کے رہ جاؤ!
قدرت کو بھی اِک دِن کرنی پڑ جائے
توثیق تری اِس کاہلی کی
اور پھر تم نہ اُٹھ پاؤ!!

خارجہ پالیسی

بسکہ مشکوک سی حکومت ہے
سو ادائیں بھی ہیں اُسی جیسی
خارجہ پالیسی کی مت پوچھیں
یہ بھی ہے "خواجہ[1] پالیسی" جیسی

فتنہ سازیاں

سرِ رمضان ٹی وی چینلوں پر
ڈرامہ بازیاں ہیں اور ہم ہیں
تقدس کا ہوا ہے جس سے کونڈا
وہ فتنہ سازیاں ہیں اور ہم ہیں

---

[1] شائد وزیرِ مملکت خواجہ آصف صاحب بونگیاں مارنے کے لئے رکھے گئے ہیں۔

بیمار ہوں چناں چہ بیچارہ ہوں آج کل
جو چارہ گر ہے اُس کا میں چارہ ہوں آج کل

یہ مشکلات ہیں کہ پہاڑوں کا سلسلہ
پنڈی نہیں رہا ہوں، ہزارہ ہوں آج کل

منہ پھٹ بنوں تو لِتّر لگاتے ہیں مقتدر
حالاتِ حاضرہ کا اشارہ ہوں آج کل

مجھ سے نچوڑ پائے گا تُو کتنی منفعت
میں اپنے واسطے بھی خسارہ ہوں آج کل

اکڑوں ہوں، سب اکڑفوں ہوا ہو گئی مری
عبرت پکڑ سکو تو نظارہ ہوں آج کل

سی ایم اِس طرح ہوں کہ پی ایم کچھ نہیں
پھیلا ہوا ہوں اِتنا، غرارہ ہوں آج کل

کر نہ سکی ریٹائر مری عمر بھی مجھے
ایکس۔ٹینشنیں[1] ہیں اور دوبارہ ہوں آج کل

جب زیرِ داڑھ تھا تو بڑا شہد خُو تھا میں
ہاں خس کدے میں آکے شرارہ ہوں آج کل

جی جی وہی ہوں میں جو نکما جہاں کا تھا
ٹک ٹاک پر چمکتا ستارہ ہوں آج کل

کب سے ہوں اپنی آئی پہ آیا ہوا ظفرؔ
گھر والی میکے میں ہے، کنوارہ ہوں آج کل

---

[1] extensions جی۔۔۔جی، اِس میں زبردستی کے ہیرو اور وطنِ پاک کے نام نہاد غیر سیاسی عنصر کی نشاندھی کی گئی ہے۔

چشمِ قاتل



نقابِ رُخ کے باعث دید ہی نہ ہو سکی تیری
مگر چشمِ غزالیں کر گئی ہے نظروں کی سیری
کچھ اِس انداز سے دیکھا
مجھے تو مار ہی ڈالا
یہ تیری چشمِ قاتل کو سپاری کس نے دی میری

(شہزاد احمد مرحوم کی ایک غزل کی پیروڈی)

نہ سہی کچھ مگر اِتنا تو کیا کرتے تھے
ماسک میں بھی ہمیں پہچان لیا کرتے تھے
آخرِ کار لگے تیری عصا کے تھلے
ہم کہ ہر بات پہ لٹھ مار لیا کرتے تھے
مانگتے پھرتے ہیں ہر ایک سے منرل واٹر
ہم کبھی نلکے کا پانی بھی پیا کرتے تھے
اَب ترے بوٹوں کی دہشت بھی کوئی چیز نہیں
تم جو کہتے تھے سبھی مان لیا کرتے تھے
دوستو! اب بڑے نواب بنے پھرتے ہو
تم وہی ہو کہ مرے کپڑے سیا کرتے تھے
ہم جو آواز لگاتے تھے کہ بھاجی لے لو!
آپ دروازے پہ منہ دھر بھی لیا کرتے تھے
اب تو ہیں شادی شدہ تیر کی صورت سیدھے
کبھی یہ لوگ بڑے نخرے کیا کرتے تھے

ہر کسی سے اینٹھو قرض
مَوڑا کر لو آٹو قرض

یار بنتا ہے بہت
مانگ کر تم دیکھو قرض

ہو گیا نسیان، پر
بھول نہ پایا وہ قرض

لیڈری کا فیض لو!
معاف سب کروالو قرض

اِس لیے لینا نہیں
کل کو واپس کر دو قرض

جاں کو ہے آیا ہوا
لے لیا دِل پہ جو قرض

کر دیا خود سے پرے
دے دیا جب اُس کو قرض

قہقہہ زن سُود ہے
اب ادا کیسے ہو قرض

خود نہ چمٹے گی بلا
کرتے اپلائی تو قرض

وجہ



میں اور وہ

سترہ برس تک خوش رہے

ہم میں نہ باہم تھا کوئی شکوہ گلہ

خاصے مزے سے کٹ رہی تھی زندگی ہم دونوں کی!!

تو جھگڑے کیوں ہونے لگے، کیا ہو گیا؟

ہونا تھا کیا، پھر مل گئے!

میں اور وہ

دُنیا میں ہیں کچھ لکھ پتی
کچھ میرے جیسے ککھ پتی
گرگٹ کی فطرت جس میں ہو
ایسا نہ ہرگز رکھ پتی
پتنی بھی ہے بیدرد سی
اور پتی بھی ہے وکھ[1] پتی
پتنی کا شک جاتا نہیں
رکھے کسی پر اکھ پتی
لے تُو بھی پیارے پھانک لے
لینے سے پہلے چکھ "پتی"
سسرال کہتے ہیں جسے
دھندہ ہے یہ گورکھ، پتی!
گھر والی ہی جانے ظفرؔ
ہے کس قدر مورکھ پتی

---

[1] پنجابی لفظ، مطلب جدا، الگ، علیحدہ

چالان کرنے والے

پلٹا سمے تو کلپٹ کیا بھاگ پائیں گے پھر؟
نقصاں اُٹھائیں گے پھر، نقصان کرنے والے
سوچیں کہ اِن کا کیسا چالان ہو گا کل کو!
جب پکڑے جائیں گے یہ چالان[1] کرنے والے

ناشاعر

پٹ سیاپا کسی ہرجائی کی یادوں کا کیا
نہ غمِ ہجراں کا افسانہ کلینڈر پہ لکھا
اُس کو شاعر نہ کہے میرؔ بھی صاحب، جس نے
شعر نہ کوئی دسمبر میں دسمبر پہ لکھا

---

[1] پنجاب کی نام نہاد حکومت کا گاڑیوں کے چالان میں ہوش رُبا اضافہ۔ شائد وہ اِس رقم سے اپنا بجٹ بنانا چاہتی ہے۔

عُشّاق ہیں تو لِتّر سوا دستیاب ہے
بیماری ہے تو اُس کی دوا دستیاب ہے

یہ پیکجِ خصوصی ہے مجنوں کے واسطے
لیلیٰ نہ ہو تو لیلیٰ نما دستیاب ہے

ہر طور کے جرائم کے سب کو مواقع ہیں
اور اِس کے ساتھ ساتھ سزا دستیاب ہے

راتوں کے ہارے صبح تلک جیت جائیں گے[1]
یہ نیوٹرل کی شانِ عطا دستیاب ہے

---

[1] انتخابات ۲۰۲۴ء

دو مرلے کا پلاٹ بھی تقدیر میں نہیں
یُوں کہنے کو تو ارض و سما دستیاب ہے

محبوب نے دِکھا دیا ٹھینگا ہی صاف صاف
ہم مطمئن تھے عہدِ وفا دستیاب ہے

ہمسائی میری بیوی سے بولی مرے خلاف
جب دیکھتی ہوں چھت پہ موا دستیاب ہے

تجھ کو ہیں عاشقی کی میسر سہولتیں
عنقا بھتیجا ہے تو چچا دستیاب ہے

عقبیٰ کی لسٹ دیکھیے اور سوچیے ظفرؔ
دنیا کی مارکیٹ میں کیا دستیاب ہے

(احمد ندیم قاسمی مرحوم کی ایک غزل کی پیروڈی)

پھولوں کو میں تربوز بنے کس طرح دیکھوں
آنکھوں کو بجھا لوں کہ حقیقت کو بدل دوں

لاحول بھلے پڑھ لوں مگر خیر جو چاہوں
گھر والی کے شاپنگ کا میں سامان اُٹھا لوں

حق بات بھی، کہتا ہے کوئی، سوچ کے بولوں
جو بات نہ کہنی ہو، وہی بات نہ بک دُوں

پنڈی کا ہُوں، ملتان میں جا کر میں کروں کیا؟
لاہور میں کیوں خضر سے بھی راستہ پوچھوں

مل جاتے ہیں مجھ کو تو ہر انداز کے ٹھینگے
یاروں کو اگر وقتِ مصیبت میں پکاروں

ہر شاپ پہ ہر شے کی جدا ہوتی ہے قیمت
بازار میں یا شہرِ تماشا میں کھڑا ہوں

بیگم تو اُٹھا لیتی ہے چولھے سے مزے سے
جل جاتی ہیں پوریں جو کبھی میں کبھی چھولوں

بھونکوں پہ بھی سنسر سا لگا دیتی ہے سرکار
مِل جائے جو ہڈی تو کس انداز میں بھونکوں

مجبور سا شوہر ہوں مگر میرے وکیلو!
میں ایک کنوارا ہوں اگر قید سے چھوٹوں

کرے رومان؟ ایسا کر نہیں سکتا!
کہ وہ ہر آن ایسا کر نہیں سکتا

گدھا بھی مارے دولتّی حفاظت میں
شریف انسان ایسا کر نہیں سکتا

پیئے جاں چھوڑ دے نسوار سی نعمت
ہمارا خان ایسا کر نہیں سکتا

جو اُس کے دِل میں ہے لب پر نہیں آتا
(چباتے پان ایسا کر نہیں سکتا)

کبھی بھولے سے بھی سچ بول نہ پائے
سیاستدان ایسا کر نہیں سکتا

بتا کر آئے اور دیکھے مقفل دَر
کوئی مہمان ایسا کر نہیں سکتا

خوشی سے عقد کا خمیازہ بھی بھگتوں
نہیں اِمکان، ایسا کر نہیں سکتا

سُنے نہ بات میری اور میں اُس کے
سُنوں فرمان، ایسا کر نہیں سکتا

محبت کرتا ہُوں حدِ حماقت تک
یہ ہے بہتان، ایسا کر نہیں سکتا

اَڑنگی تجھ سے کھا لُوں گا اکیلے میں
سرِ میدان ایسا کر نہیں سکتا

سبھی کچھ کر گزرتا ہے نیا انساں
مگر شیطان ایسا کر نہیں سکتا

کِیا جو حال گھر کا تیرے بچوں نے
کوئی طوفان ایسا کر نہیں سکتا

نکالے پھر لکیریں ناک سے کوئی
بصد ہیجان ایسا کر نہیں سکتا

ہنسا جاتا نہیں اپنی حماقت پر
کسی عنوان ایسا کر نہیں سکتا

چڑھوں شاعر کے ہتھے اُس کی فرصت میں
سُنوں دیوان؟ ایسا کر نہیں سکتا

مقننہ ہال

(حفیظؔ جالندھری کی نظم "نیندوں کی بستی" کی پیروڈی)



خاموش، خاموش!
ایم این اے، خاموش !!

آئین کے ہو تم فاتحہ خواں
یہ پارلیمنٹ ہے شہرِ خموشاں
سو جاتے ہیں سب یاں آکے طوفاں
حرمت ہو ٹھینگا ننگے ہیں انساں
محرومِ پاپوش
خاموش، خاموش!
خاموش، خاموش!!
ایم این اے، خاموش !!!

دھن دھونس کا ہے اِس میں پھیریرا
ہر اِک چیئر پر کالا اندھیرا
اِس وقت کوئی تیرا نہ میرا
اِس ہال میں ہے بھوتوں کا ڈیرا
حاضر یا رُوپوش
خاموش، خاموش!
خاموش، خاموش!!
ایم این اے، خاموش!!!

جنبش ہو لب پر کیسے؟ خبردار!!
اسٹارٹ "ڈالے" کر دے نہ زنہار
مت اہلِ کلغی کو کر دے ہشیار
بیٹھے ہیں چوکس سب تیرے مختار
یُوں ہی رہ مدہوش
خاموش، خاموش!
خاموش، خاموش!!
ایم این اے، خاموش!!!

گروی پڑی ہیں ساری صدائیں
بے فائدہ ہیں یہ کائیں کائیں
سر پر کھڑی ہیں آ کر بلائیں
دیکھیں نہ تجھ کو دِل نہ جلائیں
ہیں پنبہ در گوش
خاموش، خاموش!
خاموش، خاموش!!
ایم این اے، خاموش !!!

عالمی بنیے

بہر سمت میزائلوں کی ہے بارش، اِنہی کے سبب
لہو عالمی بنیوں کا تو ہے شیتل، برستا ہے مینھ
یہ تاجر پٹاخے نہیں اسلحہ بانٹتے پھرتے ہیں
کہ بزنس کیے جاتے ہیں سام انکل، برستا ہے مینھ
عجب آزمائش میں ڈالے ہوئے ہے جہاں کو ہوس
کہیں پر ہیں ڈالر، کہیں پر ہیں روبل، برستا ہے مینھ

اِس قدر یُوں ہی نہیں آلو بخارے عارض
میرے افسانے کی سُرخی ہیں تمھارے عارض

اِن کو کھینچا نہیں اُستانی محبت نے کبھی
ہم نے رکھے ہیں کنوارے کے کنوارے عارض

سوچیے ایسے میں پھر اُن کی ہنسی کا عالم
پئے مسکان بھی تا گوش کھلارے عارض

اِسی میک اَپ نے گلاب اُن کو بنا رکھا ہے
خونِ عشاق کے غازے سے نکھارے عارض

تاڑوں کے لیے اِک جادو کی نگری، آنکھیں
دلِ عشاق پہ چلتے ہوئے آرے، عارض

تپشِ عشق نے چُرمُر سا بنا رکھا ہے
عارضِ قیس کی صورت ہیں چھوہارے عارض

جو جوانی کی رُتیں تجھ کو پھلائے ہوئے ہیں
اُن ہی پھونکوں سے رہے میرے غبارے عارض

آنسہ ڈیموکریسی کو کہاں چین بھلا!
کھینچے رکھتے ہیں ریاست کے ادارے عارض

اور کیا مِلّتِ مقروض کا شاعر سوچے
مانگ لائے ہو گل تِر سے اُدھارے عارض

اپیل

بہرِ عشاق مہر و مروّت کے بھی
خاصے قانون ہیں، پڑھ کے آنا پیا
بے دخل کر کے دِل سے نہ کہنا "دفع!"
مجھ پہ ایسی دفعہ نہ لگانا پیا

ٹھینگے کا ہینگر

دِل والے کب سے
لٹکے ہیں اِس پر
اِک "دار" ٹھہرا
ٹھینگے کا ہینگر

کچھ ترویناں

مرد باتونی عورتوں پہ مریں
یا کسی دوسری قسم پہ گریں

(دوسری کون سی قسم ہے بھلا؟)

اب صفائی اور ستھرائی کا مطلب ہے یہی
اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ پھینک دیں اوروں کے گھر

اپنا گھر ہے اپنا گھر، اوروں کے ہیں اوروں کے گھر

گرانی یُوں ہی کب فرما رہی ہے
حکومت ڈائٹنگ کروا رہی ہے

غریبوں کی بہت غمخوار ہے یہ

گلوکاری اگر اچھی بھی نہ ہو
گزارا پھر بھی کر لینا ہے ہم نے

بشرطیکہ گلوکارہ حسیں ہو

فیصلہ ہوتا ہے استعمال کرنے والوں کا
کون سی شے قیمتی ہے، کون سی بیکار ہے

بعضوں کو اینٹیک لگتی ہے بیکار شے

یُوں ہی ہم اینڈ تے پھرتے ہیں جا کر ہر الیکشن میں
ہمارا ووٹ ہرگز فیصلہ کرتا نہیں کوئی

یہاں جو ووٹ گنتے ہیں، وہی بس فیصلہ کُن ہیں

تم نے اگر وہ پایا نہیں جو چاہا ہے
تو تم میں پانے کا جذبہ عنقا ہے

یا تم سودا بازی میں پڑ بیٹھے ہو

بعض لوگوں کو آتا نہیں ہے یقیں
لکھنے والے سبھی اُدبا ہوتے نہیں

(ڈائری لکھنے والا نہیں ناولسٹ)

بننے کے تو خواہاں ہیں سارے ہی ملک کے آل اینڈ آل
لیکن ویسا بننے کی ہم میں سے جسارت کون کرے

وہ جو غیر سیاسی ہیں، اُن جیسی سیاست کون کرے

تو ند دھرنے پہ اگر بیٹھ رہی ہے، بیٹھے!
ڈاکٹر کی تُو بھرے جائے گا کب تک فیسیں

تیری خوراک لڑے آپ ترے معدے سے

عقل کو اپنی حدوں کا ہے پتا سو یارو!
وہ حماقت سے تو کمپیٹ نہیں کر سکتی

یہ حماقت ہے جو لے جائے گڑھے میں ہم کو

لنڈا مارکہ



گوجرخان کے پاس ہی میرا گاؤں ہے کٹیام
اُس میں رہتا ہے اِک لڑکا، کالو جس کا نام
کپڑے لنڈے کے
پہن کے اترائے
کہتا ہے کہ بھیجتے ہیں یہ مجھ کو انکل ٹام

بے مہار غزل

ڈسنے پر آجائیں تو اپنے محسن کو بھی ڈس لیتے ہیں سانپ
اور پھر اپنے اِس کرتوت کی چس لیتے ہیں سانپ

فوجی ڈکٹیٹر آجائے تو ہو جائیں پولیٹیشن سارے ہی چھومنتر
جیسے نیولا دیکھتے ہیں تو نس لیتے ہیں سانپ

انساں اِس کے زہریلے ہونے کا قصہ جب بھی چھیڑتا ہے
سُن کر کیا کیا ہنس لیتے ہیں سانپ

دو موئہے انسان بھرے ہیں اِس دنیا میں
اپنا زہر بڑھانے کی خاطر خود اُن کا مس لیتے ہیں سانپ

لگتا ہے کہ ڈنک کی استعداد بڑھانے کو جاتے ہیں میرے ہی سسرال
اور ٹرینر "سس" لیتے ہیں سانپ

اِن کی کینچلی مرلوں اور کنالوں کی محتاج نہیں ہوتی
جس سوراخ میں جائیں سمٹ کر بس لیتے ہیں سانپ

چڑیاں قومِ پاک کی صورت رولا رپّا ڈال کے ہی رہ جاتی ہیں ہر بار
خفیہ ایجنسی کی صورت اُن سے انڈے کھس[1] لیتے ہیں سانپ

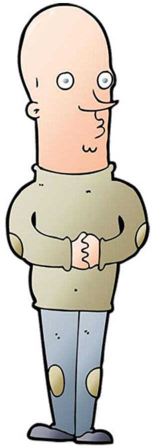
دیکھیں کب تک ہو پاتے ہیں آخر اِنڈیپینڈینٹ
دیکھیں اپنا آپ سپیرا بن جانے میں کتنے اور برس لیتے ہیں سانپ

شعرا اور ادبا پر قابو پا سکتے ہیں صرف اور صرف نقّاد
نقّادوں کی پوسٹ پہ نکتہ رس لیتے ہیں سانپ

---

[1] پنجابی لفظ مطلب چھیننا

گنج مبارک



گرتے بالوں سے پریشاں ہو رہے ہیں کس لیے
گنجا ہونا تو ہے وڈکوں کا نشانِ امتیاز
ہاتھ یُوں چندیا پہ دھر کے رو رہے ہیں کس لیے
گرتے بالوں سے پریشاں ہو رہے ہیں کس لیے
آپ احساسِ زیاں کو ڈھو رہے ہیں کس لیے
ہوتے ہیں شامل صفِ محمود میں ایسے ایاز
گرتے بالوں سے پریشاں ہو رہے ہیں کس لیے
گنجا ہونا تو ہے وڈکوں کا نشانِ امتیاز

ہر شام مینڈک کی طرح کیا کیا ٹرّ ائے چتّھ[1]
ہر شام یادوں کا ایک جوہڑ بن جائے چتّھ

کھیلے کسی کے جذبوں سے لنگڑا پالی یہ ناداں
اور زندگی بھر شہرِ وفا میں لنگڑائے چتّھ

یا بے وجہ ہی میک اپ زدوں کے نخرے اُٹھائے
یا گلرؤں کے ناز و ادا سے بھر پائے چتّھ

کب یہ دلیلیں مانے کسی کی، جھاڑے دولتّی
اہلِ خرد کی باتیں سُنے تو بھنّائے چتّھ

---

[1] ہندی زبان کا لفظ مطلب دِل

کن پہلوؤں سے ٹھرکی نظر نے تصویر لی ہے
کُڑیوں کے پیچھے ہاتھوں سے نکلا ہی جائے چشْمَہ

سمجھے کہ اِس سے بہتر ہے اُلفت میں خوار ہونا
سینے میں رہ کر یُوں ہی نکما تنگنائے چشْمَہ

اِس بھرے میں نہ رہیے گا کہ یہ چھوٹی سی شے ہے
پہنچا دے تھانے بندے کو اکثر سودائے چشْمَہ

جب ڈاکٹر کی فیسیں تمھاری تقدیر میں ہوں
پھر کام آئے نہ ہائے چشْمَہ، نہ وائے چشْمَہ

ہر سُننے والا آتا ہے کانوں میں روئی ٹھونسے
حال اپنا سب سے کہتا پھرے جب غزلائے چشْمَہ

مخمس بر غزل

(مصطفیٰ خان شیفتہ)

ملنی ہے تو پھر عقد کی جھیلیں گے سزا ہم
ہنگامہ سا گھر میں کیے رکھتے ہیں سدا ہم
باری تو لگا رکھی نہیں ہے کوئی تاہم
"گہ ہم سے خفا وہ ہیں، گہے اُن سے خفا ہم
مُدت سے اِسی طرح نبھی جاتی ہے باہم"

سمجھے ہیں کہ حاصل ہے خدائی میں شراکت
مٹھی میں دبی دونوں جہانوں کی ہے آڑھت
یہ اپنا تصرف ہے کہ دے دیں جسے جنت
"کچھ نشۂ مے سے نہیں کم نشۂ نخوت
تقویٰ میں بھی صہبا کا اُٹھاتے ہیں مزا ہم"

یہ کس نے کہا تم سے کہ لا حاصلی ڈھولو
(بے کار سہی) وقت نہ تکرار میں رولو
اِخلاص کی ہنڈیا میں چول پن تو نہ گھولو
"موجود ہے جو لاؤ، جو مطلوب ہے وہ لو
مشتاقِ وفا تم ہو، طلب گارِ جفا ہم"

پھرتا ہے تہیں بوتھے پہ میک اپ کی جمائے
اور بال بھی کر رکھے ہیں دلدار نے ڈائے
لیکن جو حقیقت ہے، چھپا وہ بھی نہ پائے
"کیا کرتے ہیں کیا سنتے ہیں کیا دیکھتے ہیں ہائے
اُس شوخ کے جب کھولتے ہیں بندِ قبا ہم"

اِس نوع کا پیمانۂ گفتار نہ ڈھونڈو
اِس طور کی اب وضعِ اظہار نہ ڈھونڈو
بانگیں کوئی کیوں دے گا، سو بیکار نہ ڈھونڈو
"یہ طرزِ ترنم کہیں زنہار نہ ڈھونڈو
اے شیفتہؔ یا مرغِ چمن رکھتے ہیں یا ہم"

ملک اور فوج



ملک جمہوری بہت بنتا ہے
بوٹ کی چھلنی میں ہی چھنتا ہے
ماں کے قدموں کے تلے
مانا جنت ہے، ولے
فوج کے قدموں تلے جنتا ہے

وہ اسمبلی یا گیا ہے پاک گُرٗھ
پیٹ پوجا کو چلا ہے پاک گُرٗھ[١]

رونقیں جس جا ہیں تینوں وقت کی
کھانے کا کمرہ ہے یا ہے پاک گُرٗھ

کرتے ہیں مینیج[٢] توندوں کا دفاع
وار روم[٣] ہر شیف کا ہے پاک گُرٗھ

اُس جگہ پر خواندہ ہیں سب کے شکم
جس جگہ پر بھی لکھا ہے پاک گُرٗھ

---

١ ہندی لفظ مطلب مطبخ، باورچی خانہ۔
٢ Manage
٣ War Room

کس کو پروا کیا بجا گھڑیال میں
بھوک میں ہر دم بجا ہے پاک گڑھ

"آ گیا" تھی زن مریدی کی اُسے
اِس لیے تو آ گیا ہے پاک گڑھ

بھوک ہو تو گھاس چرنے جائے عقل
آپ اپنا فلسفہ ہے پاک گڑھ

پھر وہاں کی عورتیں حم کو چلیں
مرد جس گھر کا گھُسا ہے پاک گڑھ

سب مساعی کا یہی تو ہے مآل
پیٹ ہے تو برملا ہے پاک گڑھ

سب فضاؤں میں اُڑانیں بھر چکے
ہر جگہ ہم کو ملا ہے پاک گڑھ

---

[1] ہندی لفظ مطلب اجازت

کوئی گھر اِس سے مبرّا تو نہیں
جزوِ لاینفک ہوا ہے پاک گُڑھ

نظریاتی ہو یا لیڈر پیشہ ور
سب کا ہی قبلہ نما ہے پاک گُڑھ

جیسے پاکستان "پاکستھان[1]" ہو
لیڈروں کو لگ رہا ہے پاک گُڑھ

مُردوں کا ہے آخری استھان[2] قبر
اور زندوں کا سدا ہے پاک گُڑھ

---

[1] ہندی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب بھی مطبخ یا باورچی خانہ ہے۔

[2] ہندی لفظ مطلب مقام

مٹی پلید

(فلم "داغ" کے لیے شاعر اختر یوسف کے گانے کی پیروڈی)

تم ضد تو کر رہی ہو ہم کیا تمھیں بتائیں
پیسے تو مُک گئے ہیں، شاپنگ پہ کیسے جائیں

تم آپ میرے بٹوے کو چیک کر کے دیکھو
اِک راہِ بیکسی سے خود ہی گزر کے دیکھو
اب ایسی مفلسی میں ہم کیسے دُم ہلائیں
تم ضد تو کر رہی ہو ہم کیا تمھیں بتائیں

حالات سُن کے کیا کیا تندور ہو گئی ہو
نزدیک آتے آتے پھر دور ہو گئی ہو
کیوں کھلوا رہی ہو اب ہم کو بھول جائیں
تم ضد تو کر رہی ہو ہم کیا تمھیں بتائیں

عصرِ حاضر کا ہے کمالِ بلاغ
خود کو شاہین کہہ رہا ہے کلاغ

اِس قدر بھی نہیں ہوں بگڑا ہوا
جتنا واعظ نے کھا لیا ہے دماغ

اُس میں گنّے کا جوس پیتا ہے
رِند سے چھوٹتا نہیں ہے ایاغ

مغز گھٹنوں میں ڈھونڈئیے صاحب
کھوپڑی میں تو مل نہ پایا سراغ

نوکری ہو تو کرنے والا کرے
ڈگریوں نے عطا کیا ہے فراغ

گھر میں بھر دی ہے لوڈ شیڈنگ سی
کون مانے گا اِس کو گھر کا چراغ

موج اِس کو ڈکار لے گی کوئی
کیوں سمندر میں آ گئی ہے الاغ

اپنے دامن پہ پھول کاڑھ لیا
جب مٹائے مٹا نہ کوئی داغ

شعر اپنا حمل کرائے خود
شعر لکھتا نہیں ہے کوئی پناغ

چائے کا نشہ باز

سر ہو بیگم کے (اگر اُس پہ ذرا زور چلے)
سانس وہ بعد میں لے، پہلے کچن اور چلے
پہنچے، اب ایسی بھی مت ٹور چلے
باندھ کر پہیے بھرطور چلے
چائے کا پانی چڑھانا ہے سو فی الفور چلے
چائے کا دور چلے

کہیں مہمان جو بن جائے تو بس یہ چاہے
گپیں لگتی رہیں گی، چائے کی چینک آئے
ہائے ایسی بھی نہ لاچاری ہو
سانس لینے میں بھی دشواری ہو
ہمہ اوقات نشہ بازوں کا یہ شور چلے
چائے کا دور چلے

چائے ملنے میں اگر دیر ذرا بھی ہو جائے
جس کا ٹوٹا ہو نشہ، ایسا شرابی ہو جائے
جسم میں خون کہاں دوڑتا ہے
چائے کا جوئے رواں دوڑتا ہے
لگنے لگتا ہے کہ موصوف لبِ گور چلے
چائے کا دور چلے

جب بھی دنیا کے ہلاروں سے ذرا جاگتے ہیں
شعر کے پیچھے قلم سونت کے وہ بھاگتے ہیں
ایسے میں چاہیے چائے پانی
پانی ۔۔۔ چائے کی روانی، یعنی
صبر کا گھونٹ بھی کب تک بھرے، نو مور چلے
چائے کا دور چلے

پاکستان یا پاکستھان

ہم تو خود سے بڑھ کر جانتے ہیں اِس کو
اپنے وطن کو ”پاکستان“ سمجھتے ہیں
لیکن توند پُجاری ٹھہرے سب لیڈر
پاکستان کو ”پاکَستھانْ[1]“ سمجھتے ہیں

ہاؤس جاب

جذبہ ہو صادق تو منزل چوم لیتی ہے قدم
خودبخود اپنا وسیلۂ خدائی بن گیا
ڈاکٹر بننے سے پہلے شرطِ ہاؤس جاب تھی
ڈاکٹر بننے سے پہلے گھر جوائی بن گیا

---

[1] ہندی کا لفظ جس کا مطلب ہے باورچی خانہ یا مطبخ۔

جیون کا اِک اور سنہرا سال گیا
نئے ٹرک کی بتی پیچھے ڈال گیا

وقت پڑا تو غائب غُلہ تھا ظالم
جانے کو تو وہ بھی میرے نال گیا

غیروں کو کوسا ناجائز کھابوں پر
لیکن خود بھی ٹپکا کر میں رال گیا

جیون میں کیا کھونا تھا کیا پانا تھا
میں کنگال ہی آیا تھا، کنگال گیا

وصل کی ٹھہرائی تھی راولپنڈی میں
اور وہ مجھ سے ملنے کو چکوال گیا

ایسی ایسی چلی ہے بونگی محفل میں
اپنا آج دماغِ قیل و قال گیا

یارب قوم کی خدمت کیسا دھندہ ہے
جو بھی اِس میں آیا، مالا مال گیا

مارتا ہے لشکارے سر پر پورا چاند
سر کا سارا سبزہ پامال گیا

دیکھو! تم کیا کر سکتے ہو جیون میں
چھوڑو! جو بھی کہہ کے گرو گھنٹال گیا

خودکشی



حادثوں کا فون آیا
تو کیا نہ جا سکا ہیلو بھی ہم سے
اور ہم نے
دیکھتے ہی دیکھتے پھر
زندگی کی کنپٹی پر
بُزدلی کی نال رکھ دی

ہم میں فلٹر ہی نہیں ہے کانوں اور ہونٹوں کے بیچ
اِس لیے تو خوار ہیں اِس دور کے سچّوں کے بیچ

موت پڑتی ہے تمھیں جب میرے گھر آتے ہوئے
پھر گھسے رہتے ہو کیوں ہر شب مرے خوابوں کے بیچ

اپنی نوآبادی کر رکھا ہے سارے مُلک کو
"ایسٹ انڈیا کمپنی" والے ہیں جرنیلوں کے بیچ

اِس لیے تو جیل[۱] میں ہیں، پوچھتا کوئی نہیں
غیرتی کیا بیچتے ہیں عالمی منگتوں کے بیچ

---

۱ قیدی نمبر ۸۰۴

منصفانہ کس طرح مردم شماری کو کہیں
عقل کے اندھوں کا زمرہ کیوں نہیں اندھوں کے بیچ

فارم سینتالیس[1] اُن کے پہلے سے تیار ہیں
وہ گدھے جو دوڑتے ہیں ریس میں گھوڑوں کے بیچ

کس طرح بارہ بجے رہتے ہیں گھر میں، کیا کہیں
کس قدر لیڈر معزز لگتا ہے چمچوں کے بیچ

آج تو ہر فردِ ملّت ہے سیاسی کارکن
عقل والے بھی ہُوا کرتے تو تھے "چولوں" کے بیچ

کیوں حماقت پر حماقت کرتے پھرتے ہیں ظفرؔ
غالباً ہم جیسے بھی شامل ہیں تم جیسوں کے بیچ

---

[1] انتخابات ۲۴ کا ذکر شریف، جب نیوٹرلز کے من پسند امیدوار ہار جانے کے باوجود فارم سینتالیس کے بل کر فاتح قرار پائے۔

غلطی



غلطی
خُو ہے سب کی
سارے ہی کرتے ہیں
پر ہے کب انسانوں کی خُو
کر کے بعد میں مانیں
اپنی اپنی!
غلطی

ریاض

رات ہے اور کر رہے ہیں ریاض
نیند کے چور کر رہے ہیں ریاض
تازہ تازہ بنے ہیں خاں صاحب
میاں راٹھور، کر رہے ہیں ریاض
دُور اندیشی پنڈی وال کی دیکھ!
جا کے لاہور کر رہے ہیں ریاض
کچھ بھی اِس کے سوا نہیں آتا
سو بہر طور کر رہے ہیں ریاض
اِن کو اپنی سیکیورٹی ہے عزیز
لاک ہیں ڈور، کر رہے ہیں ریاض
کر رہے ہیں اغل بغل کو بور
ہو کے جو بور کر رہے ہیں ریاض

راک کا پاپ کا زمانہ ہے
آپ کس دور کر رہے ہیں ریاض

کالی بدلی پہ باندھ کر پھبتی
زلفِ گھنگھور، کر رہے ہیں ریاض

لُٹ رہا ہے سُروں کی سسی کا
شہر بھنبھور، کر رہے ہیں ریاض

دشمنی ہے کوئی میوزک سے؟
یا بصد جور کر رہے ہیں ریاض

سب سُروں کی پلید ہو مٹی
اِس پہ ہے زور، کر رہے ہیں ریاض

زلزلہ سا محلّے بھر میں ہے
کیسے پُرشور کر رہے ہیں ریاض

توبہ شوبہ کا کوئی سین نہیں
ہیں لبِ گور، کر رہے ہیں ریاض

کسی ہمسائے نے تھریٹ کیا
بسکہ No more کر رہے ہیں ریاض

پئے سلمیٰ تو ہیں سلمیٰ ستارے ہی فرائض
سبھی چلّاتے ہیں، یہ ہیں ہمارے ہی فرائض

حقوقِ نسواں میں ازخود مقید ہیں وگرنہ
چھڑے چھانٹوں کے ہوتے ہیں کنوارے ہی فرائض

ہماری نسبتوں سے جو بھی تھے، ٹھینگے پہ رکھے
ہمیشہ دوستوں نے تو ڈکارے ہی فرائض

تم اِس کو ٹائی سا پھندہ سمجھ لیتے ہو ناحق
لباسِ زیست کے گوٹا کنارے ہی فرائض

غریبوں کو ذرا ریلیف مل جائے جہاں میں
کریں پورے اگر قومی ادارے ہی فرائض

نئے ماڈل کا "کاکا" ہر برس لائے ہیں ظالم
محبت کرنے والوں نے اچارے ہی فرائض

حقوق اپنے ہمیشہ دوسروں سے چھینے ہم نے
لگے ہر حال میں ہم کو خسارے ہی فرائض

مکھی چوس چمڑی جائے دمڑی نہ جائے کے قائل
ادا کرتے رہے قسمت کے مارے ہی فرائض

حقوقِ ایں و آں کے ذکر پر چیں بہ جبیں ہوں
سمجھتے ہیں جہاں میں ہیں ہمارے ہی فرائض

فوجی مغز



یہ فوجی مغز ہے بھائی، بھلے تم کھول کر دیکھو
ہمیشہ سے ہی ہے خالی، بھلے تم کھول کر دیکھو
یہ اِتنا خالی ہوتا ہے
مثال آپ اپنی ہوتا ہے
ہوا تک بھی نہیں ہوتی، بھلے تم کھول کر دیکھو

(ضیاء الدین ضیاء کی ایک غزل کی پیروڈی)

ہم امتحان کا جب بھی ارادہ کرتے ہیں
تو بُوٹیوں سے سدا استفادہ کرتے ہیں

جو اپنی سلمیٰ کا گھر ہو تو سر کے بل جائیں
حماقتوں کے سفر پا پیادہ کرتے ہیں

تمہارا بوتھا بڑا خوفناک لگتا ہے
دیے کی لو کو ذرا سا زیادہ کرتے ہیں

وفا کرے کوئی بدبخت، کون ہے ایسا
یقیں ہمیں بھی نہیں پھر بھی وعدہ کرتے ہیں

وہ میہمان بھی چوہا سا بن کے آ دھمکا
سو بِل کو اور بھی تھوڑا کشادہ کرتے ہیں

یہ لعن طعن مگر بے جواز بھی تو نہیں
جو تشنہ لب ہیں، تقاضائے بادہ کرتے ہیں

دِیا نہ کچھ بھی ہمیں زندگی نے جُز ٹھینگا
اِسے بسر بھی اِسی طور سادہ کرتے ہیں

گھما کے دیتے ہیں ہم کو تو قرض خواہ رپٹا
کبھی جو ترکِ وفا کا ارادہ کرتے ہیں

تلاشِ گمشدہ

بسکہ پربت ہی بن گیا رائی
ساری دنیا کھنگارتے پھرئیے
اب نہ انسانیت ملے گی ظفرؔ
بانس کنوؤں میں ڈالتے پھرئیے

قوم کے لیڈر

ہمیشہ ڈنک ہی ماریں گے قوم کے لیڈر
نہ باز آئیں گے تجھ کو بتائے دیتا ہوں
ہوئے ہیں ایک بظاہر مفادِ قومی میں
یہ مل کے کھائیں گے، تجھ کو بتائے دیتا ہوں

حُسن باراں سے ہے، نابود ترے چہرے پر
ہست بولا کے ہوا بود ترے چہرے پر

کاسمیٹک نے کسی مکھی کو جکڑا ہوا ہے
رستہ اُڑنے کا ہے مسدود ترے چہرے پر

سُن کے شوہر سے کسی حُسنِ دِگر کی تعریف
اب کہاں جذبۂ مسعود ترے چہرے پر

پارلر والی کا فن دیکھ لے، بعد از میک اپ
کر دیا تجھ کو ہی مطرود ترے چہرے پر

ایک سرمست نگاہی کی ہے تیلی درکار
عمر ہے صورتِ بارود ترے چہرے پر

وعدۂ وصل کا جب دینے لگا تھا تو فریب
تھا کوئی جلوۂ مردود ترے چہرے پر

یُوں ہی قبلہ تو نہیں شہر کے ہر ٹھرکی کا
تیری زلفیں بھی ہیں مسجود ترے چہرے پر

کیوں نہ پولیس کی نظریں تری آنکھوں پہ گئیں
آلۂ قتل تھا موجود ترے چہرے پر

کوئی محسوس کرے اُس کی گرسنہ چشمی
نظر آیا جسے امرود ترے چہرے پر

تاڑنے والوں کو جلوے تھے بہت عالم میں
خود کو رکھا یُوں ہی محدود ترے چہرے پر

مٹی پلید

(فلم "کوئل" کے لیے شاعر تنویر نقوی کے گانے کی پیروڈی)

رِم جھم رِم جھم پڑے پھوار
کیچڑ کیچڑ ہُوا دیار
دم دم پھسلیں آ کے یار
کیچڑ کیچڑ ہُوا دیار

روڈ، جہاں رکشوں کی پھٹ پھٹ کان کے پردے پھاڑے
ڈب کھڑبّی اُس نگری میں ہو آئیں ہم "مارے"
جائیں مجبوراً ہر بار
کیچڑ کیچڑ ہُوا دیار

پھٹ پھٹ کرتا چنچل رکشہ مستی میں لہرائے
کیچ کے اِتنے آئیں چھینٹے بندہ شور مچائے
شور مچائے یہ بیکار
کیچڑ کیچڑ ہُوا دیار

کپڑوں پر وہ داغ پڑیں کہ سرف سے بھی نہ جائیں
جی چاہے پنڈی سے سدھاریں، لوٹ کے پھر نہ آئیں
کریں نہ ہر اِک سے تکرار
کیچڑ کیچڑ ہُوا دیار

محبت



محبت تجھ سے کرتا ہوں تو تُو چکر سمجھتی ہے
خدا جانے مجھے تُو مسخرا کیونکر سمجھتی ہے
تُو ہے وہ ساٹھویں لڑکی
جو نہ دِل کی زباں سمجھی
محبت کی زباں تو بھینس بھی اکثر سمجھتی ہے

لڑائیوں سے میاں بیوی کا ہے خانہ خراب
نہ اُس کو شرم ہے اِس کی، نہ اِس کو اُس سے حجاب

سفید چونڈے کو جس سے سیاہ کرتے ہو
لگا کے دیکھتے نیّت پہ بھی ذرا وہ خضاب

نہیں ہے کمرے میں کوئی مرا ہوا چوہا
اُتار کر کہیں رکھ دی ہے بھائی جی نے جراب

میں کیا بتاؤں کہ زوجہ کی نظروں سے بچ کے
کہاں کہاں نہیں جاتا ہے دیدۂ بیتاب

یہ دیکھنے پہ مرے ماتھے پر سجا گومڑ
سَجا کے آیا ہے جُوڑے میں کوئی سرخ گلاب

سبھی نے لات جمائی "زمانہ وار" مجھے
نہیں ہے زیست میں تُو ہی نمونۂ نایاب

پئے گدا جو کہیں جائیں قوم کے لیڈر
ہمیشہ پہن کے جاتے ہیں اطلس و کمخواب

سو امتحانِ وفا میں تو فیل ہونا تھا
اُن ہی سے پرچہ بنا، جو نہیں پڑھے ابواب

جوازِ دیدہ دلیری بھی مل ہی جاتا ہے
نویدؔ ڈھونڈ ہی لیتے ہیں ہم کوئی انصاب

طشت بھر دوہے

گوری آگے ماکھڑی[1] ایویں ای اِترائے
میّا[2] کے کہہ دینے سے چاند کہاں بن جائے

ناممکن ہے اِستری[3] محبوبہ سی ہو
اِک تو مانگے چوپڑی اُوپر سے دو دو

ناری پر تنقید ہے تیرے من کا کھوٹ
میک اپ کی یہ لیپ تو پردے کی ہے اوٹ

تجھ پر نہ کھل پائے جو سُندرتا[4] کی گھات
تاڑو سے جا پوچھنا کیا ہے اُس میں بات

---

۱ ہندی لفظ مطلب سادہ لوح، بیوقوف
۲ ہندی لفظ مطلب ماں
۳ ہندی لفظ مطلب بیوی
۴ ہندی لفظ مطلب حُسن

تریاہٹ[۱] سے ہارنا بُدھی[۲] کا ہے کام
ورنہ تیری زندگی بن سکتی ہے لام[۳]



پوتھی[۴] تیرے بھاگ کی لکھے تیری ساس
بن بن جائیں گھوریاں جیون کے اتہاس[۵]

چندرما[۶] کے رُوپ سے آنکھیں جو چندھیائیں
تو پھر اُس کے داغ بھی نظروں میں نہ آئیں

۱ ہندی لفظ مطلب عورت کی ضد
۲ ہندی لفظ مطلب سمجھ
۳ مطلب جیل
۴ ہندی لفظ مطلب کتاب
۵ ہندی لفظ مطلب قصے
۶ ہندی لفظ مطلب چاند

جیسے منہ کو کھول کے بکرے دیکھے پانچ
لاڑے کو بھی دیکھتے کر کے ویسی جانچ

جس کے من میں کھوٹ ہو اُس کو "ڈھول[۱]" نہ بول
گوری! یہ وہ ڈھول ہے، جس کا نہیں ہے پول

امریکا کی دوستی سب سے جھوٹا سچ
اور نہیں اِس دور میں ایسی کوئی کھچ[۲]

آدھی آدھی رات کو جب مُلہار اُٹھائیں
نیناں گولی مارتے گھوریں چار دشائیں[۳]

لیٹ کمر[۴] تشریف نے پکڑی اپنی سیٹ
شعلہ شعلہ باس تھا اور ہم ڈھیٹ کے ڈھیٹ

---

۱ یہاں ڈھول سے مراد محبوب ہے
۲ ہندی لفظ مطلب مصیبت
۳ ہندی لفظ مطلب چاروں طرف
۴ Late Comer

ایسے بھی نہ کھیلتی جنتا سے سرکار
دیں نہ جب تک گالیاں نکلے نہیں غبار

یہ محشر کا شور ہے یا ہے پاپ[۱] الاپ
سُننے والے تیر ہیں، کہتے باپ رے باپ

میرے بھاشن سے بھلے تُو ایگری نہ ہوئے
میرے دو ہے پاٹھیہ[۲] ظفرؔ جو سمجھے کوئے

جب لڑھکائے کامنی[۳] ہو ہو جائیں تیر
سمجھے یہ سنسار بھی ٹسوے کو پھر نیر[۴]

گوری جب فرمائے گی پائل کی جھنکار
گیّا[۵] بھی چھنکائے گی گھنٹی رِیس میں یار

---

۱ Pop (Popular music)

۲ ہندی لفظ مطلب تعلیم دینے والا

۳ ہندی لفظ مطلب لڑکی

۴ ہندی لفظ مطلب آنسو

۵ ہندی زبان کا لفظ مطلب گائے

تو کیا مارے بانورے چپتیں تجھ کو پنڈ
جو تُو لے کر آ گیا شہر میں اپنی ٹنڈ

رکھ نہ پایا یار کی توند کا ہی جب مان
کس کاری کی دولتیں، کاہے کا دھنوان[1]

ڈھینگے پر تھا باگھ[2] کے تیر تبر تلوار
سہہ نہ پایا ہاں مگر بھوں دھنش[3] کا وار

ایک ذرا سے ابر نے جیسے نگھلا چاند
تُو بھی اپنی پریم سے قابو کر لے داند[4]

رہتے ہیں زوجین میں برپا اِتنے یُدھ[5]
اب اِس پہ تشویش ہو جیون کیوں ہے سُدھ

---

[1] ہندی لفظ مطلب دولت مند
[2] ہندی لفظ مطلب شیر
[3] ہندی لفظ مطلب کمانِ ابرو
[4] پنجابی لفظ مطلب بھینسا
[5] ہندی لفظ مطلب جنگ

ہر دو جانب نار[1] ہے، جس نے آگ لگائی
یا سسر کی استری یا ہے مری لُگائی[2]

کنیا تیرے رنگ سے تیرا روپ کروپ[3]
سیّاں جی ہیں غیض میں، ہُن تُو بہہ کے چوپ[4]

جا کر جگ سنسار میں جلوے وہ چھلکائے
گھر والے کے سامنے گھونگھٹ میں شرمائے

سب کے پردے کھولنے آئی نار again
پھر کی مافق گھومتے سب کے ٹھرکی نین

سچوں سے ہر سُندرتا[5] کیوں ہوتی ہے ہُوٹ
درپن شائد نار سے بول رہا ہے جھوٹ

---

[1] عربی زبان میں " آگ " اور ہندی زبان میں " عورت "، یہاں دونوں کا استعمال ہے
[2] ہندی لفظ مطلب بیوی
[3] ہندی لفظ مطلب بدشکل
[4] پنجابی لفظ مطلب بیٹھ کے گنّا چوپو
[5] ہندی لفظ مطلب حُسن

ساون کے چونچال سے چھو منتر ہے مت
سر پر ایسے دونگڑا[۱] مارے آن چپت

جس لیکھک[۲] کے شُبد[۳] ہیں نیلامی کا مال
اُس کی ہیں سچائیاں مکروزُور کا جال

میں نے کہا تھا پیار میں گوری کر کچھ دان
چھاپ دیا رخسار پر ہاتھ کا ایک نشان

مجھ کو لگنے لگ گیا جھوٹا اپنا ساچ
سندری تیرا عشق تو چاہے کتھک ناچ

یہ ہے اپنی ماتری، اپنا پاکستان
نیتا[۴] کا ہے دیکھتے اس کو پاکستھان[۵]

---

۱ ہندی لفظ مطلب تیز بارش

۲ ہندی لفظ مطلب لکھنے والا

۳ ہندی لفظ مطلب الفاظ

۴ ہندی لفظ مطلب سیاستدان

۵ ہندی لفظ مطلب مطبخ یا باورچی خانہ

اِتنے مہنگے دور میں کھوتے پر ہی چل
باندھ نہ اب گیراج میں پیٹرو اینیمل

سارے اُس کو بھاؤ دیں، جانیں وڈّی شے
جس بھاگی[۱] کا مردوا پیدا پوسٹ پہ ہے

میاں بیوی کے میچ میں بالر بیٹر[۲] کون
کس سر سہرہ جیت کا، کس کی ٹوٹی تھون[۳]

منصف کا کیا کام ہے، کورٹ کی کیسی رِٹ
پھندہ اُس کے واسطے، جس کے گلے میں فٹ

بے وقتا ریلیف بھی ظلمِ دگر ہے یار
عدل میں اب تاخیر بھی عدل سے ہے انکار[۴]

---

۱ ہندی لفظ مطلب خوش قسمت

۲ Bowlerr, bater

۳ پنجابی کا لفظ مطلب گردن

۴ Justice delayed is justice denied

زورآور کے جبر سے سسٹم بھی شرمائے
جج تو ہے اناؤنسر لکھا پڑھتا جائے

دولت پکڑے کورٹ میں عدل کو گچی[۱] سے
لائیر[۲] ہو مکّار تو سچ کو جھٹلا دے

دیوانی ہو کیس تو وقت بھلا پھر چیست[۳]
بھگتے جاؤ پیشیاں، کاٹے جاؤ زیست

گرگٹ جیسے وقت میں کیجے کیا سنجوگ
پاک روپیّہ بن گئے ڈالر جیسے لوگ

کھائے اکل حرام کا، چھوڑے نہ انیائے[۴]
توند گلے تک فُل ہوئی نیّت نہ بھر پائے

---

[۱] پنجابی لفظ مطلب گدّی
[۲] Lawyer
[۳] فارسی لفظ مطلب "کیا ہے؟"
[۴] ہندی لفظ مطلب بے انصافی

جس پری کی ہے رات دِن تحفوں کی برسات
اُس جلمی سے پائی ہے دھوکوں کی سوغات

کرتے ہیں میخواریاں عہدِ وفا کے ٹھگ
ہم نے چڑھایا ہجر میں چائے کا اِک مگ

زیرو اُس کے واسطے میں اور میرا من
اُڑ گئی آج وہ سُندری لندن کر کے ڈن

پولیٹیشن ملک کی شطرنج کا ہے کھیل
لیکن کن کا کھیل ہے، اس کا ہیڈ نہ ٹیل

نامعلوم افراد کی گیمیں سب معلوم
اِن کی نامعلومیت آپ مچائے دھوم

ساڑھی پر اِک تھان کا کپڑا دیکھ کبیرا رویا
پھر بھی ناف کا حِصّہ ننگا دیکھ کبیرا رویا

کیسے کیسے وقتوں میں اُس یار کے کام آیا تھا
وہ کیوں نکلا ایسا ویسا، دیکھ کبیرا رویا

اُس کے ووٹ کا ٹھینگا اُس کے منھ پر آن پڑا
زور خلائی مخلوقوں کا دیکھ کبیرا رویا

پہنے تھا بنیان کے نیچے نیکر دیش بھگت
اِتنا سُوکھا گوڈا گِٹّا، دیکھ کبیرا رویا

جس بھُتنی کو اُس کی محبت حُور بنا کر لائی
اُس کی ادائیں، اُس کا نخرا دیکھ کبیرا رویا

جس نے لگائے رکھا آگے سارے زمانے کو
آخر وہ بھی ہوا ہے کُبڑا، دیکھ کبیرا رویا

بارش میں اُس بُت کا میک اپ اُترے جاتا تھا
دیکھ رہا تھا اُس کا بُوتھا، دیکھ کبیرا رویا

لکھنو والے سسروں پر جب رعب جما کر آیا
اپنا پنڈی والا سالا دیکھ کبیرا رویا

سیدھے سادھے دور کا بندہ آنکھیں پھاڑے ہے
بہتی ہے وہ اُلٹی گنگا دیکھ کبیرا رویا

لایا تھا کس مان سے لکھ کے دو دو سہ غزلے
لیکن چھو منتر تھا ظفرا، دیکھ کبیرا رویا

لہوڑی بسنت

(حفیظؔ جالندھری کی نظم "سچی بسنت" کی پیروڈی)

بسنت کی رُت آ گئی[١]
"لہوڑ" پہ تو چھا گئی

ہوا کا رُخ پلٹ گیا
خیال سب کا بٹ گیا
جو ماتھوں پہ تھاوٹ، گیا
پہن کے جامۂ نمو
لہوڑ اُٹھ کھڑا ہوا
کوئی نہیں، بس ایک تُو
ہے آج بھی اَڑا ہوا
بسنت کی رُت آ گئی
"لہوڑ" پہ تو چھا گئی

---

١ مریم نواز کی نوراشاہی میں بسنت پر آپے سے باہر ہوتی لاہوری بسنت پر ایک طنزیہ

لہوڑی آر پار کے
اُٹھے ہیں ٹھٹھے مار کے
دِن آگئے بہار کے
ڈکار دے ڈکار دے
یہ تلخ نیم ہوش کا
طرب کدہ سنوار دے
چھتوں پہ اپنے جوش کا
بسنت کی رُت آگئی
"لہوڑ" پہ تو چھا گئی

بھُلا کے سب ضرورتیں
بنائیں کیا مہورتیں
پتنگ باز صورتیں
یہ ڈور تا فلک تو ہے
زمیں کی گرد ہی سہی
"بوکاٹا" کی تپک تو ہے
ہوائیں سرد ہی سہی

بسنت کی رُت آگئی
"لہوڑ" پہ تو چھا گئی

فضا جو اِتنی مست ہو
اُڑان کیسے پست ہو
سبھی کا بندوبست ہو
حیات تنگ ہے تو ہے
مگر جنوں پتنگ ہے
یہ شوق بھی ہے خوب شے
کہ سب کا خوں پتنگ ہے
بسنت کی رُت آگئی
"لہوڑ" پہ تو چھا گئی

ریٹ



بکرامنڈی میں ہیں تیس دکانیں سبزی والوں کی
بدبختی سے ملے ہیں ہم کو سب کے ریٹ علیٰحدہ ہی
جس سے پوچھیں، ایسا کیوں؟
بول پڑے، میں کیا جانوں
میرے ریٹ ہیں بالکل منڈی والے "قسمیں اللہ نی!"

غمِ جہاں میں ہیں یُوں میری سوچیں بہتی ہوئیں
کہ جیسے باراں کے پانی میں بھینسیں بہتی ہوئیں

لکھیں دھڑلّے سے مضمون اُن پہ تنقیدی
جو دُوربین سے موجوں کو دیکھیں بہتی ہوئیں

کبھی کبھی کوئی فیشن کا نلکا کھُل جائے
لوؤں سے نیچے ٹپک جائیں قلمیں بہتی ہوئیں

وہ میرے خوابوں کو دھرتے ہیں کیسے ٹھینگے پر
ٹریس کیوں نہیں ہوتیں یہ لاشیں بہتی ہوئیں

لگی نہیں ہیں ابھی تک کسی کنارے پر
نہ جانے کتنی ہی صدیوں سے قومیں بہتی ہوئیں

بھگتنا پڑتا ہے اُن کو ضرور دریا میں
وہ مچھلیاں جو مگرمچھ سے اُلجھیں بہتی ہوئیں

یُوں لگ رہی ہے فرانسیسی طرز کی داڑھی[1]
کہ جیسے دونوں طرف سے ہوں مونچھیں بہتی ہوئیں

یہ اشتہار ہیں برسات کی بہاروں کے
یہ "ڈُبّی کَٹّوں" کی جو گردنیں ہیں بہتی ہوئیں

صدائے داد و دہش ہے یا شورشِ ہُوٹنگ
کہ جس کے بیچ ہیں یاروں کی غزلیں بہتی ہوئیں

[1] French Cut

دیوانہ



گاما

میرے پیچھے

دیوانہ ہے یکسر

لڑکی! تیری خوش فہمی ہے!

کھسکا ہوا ہے یکسر

پہلے ہی سے

گاما

ازخود نہیں ہو گا کبھی رنگون مُغلَّظ
کر دے نہ اِسے تیرا ہنی مون مُغلَّظ

یہ سیرت و صورت کی شرارت ہے وگرنہ
اندرُون پراگندہ نہ بیرون مُغلَّظ

رنگ لایا کوئی "نُورا سیاست" کا تماشا
یا پیٹ کے نقطے سے ہے یہ نون مُغلَّظ

کج رائی پہ آمادہ ہے معدے کی نظامت
کھا لیجیے گا آپ بھی معجون مُغلَّظ

درکار تھی موصوف کو بُوتھے کی صفائی
جب منھ پہ ملا، ہو گیا صابون مُغلَّظ

قرضے کو کہا جاتا ہے مقراضِ محبت
قارض ہے مُغلَّظ، کبھی مدیون مُغلَّظ

یہ صحبتِ بد کا ہے رپوٹڈلی[۱] نتیجہ
ہو سکتا نہیں میرا کبھی خون مُغلَّظ

جیسے ہے دسمبر تیرا برفاب کے نیچے
ویسے ہے مری جان مرا جُون مُغلَّظ

ہر آج ہے ہر گزرے ہوئے کل سے وگرگوں
حالات ہیں اندازے سے بھی دُون مُغلَّظ

کن انکھیوں نے کر ڈالی ہیں میلی میری نظریں
چھُونے سے ہوئے ہیں میرے ناخون مُغلَّظ

---

۱ Reportedly

جب کورٹ میں آ جائے تو آئین معطل
پہنچے جو اسمبلی میں تو قانون مُغلَّظ

کیا حشر اُٹھانا ہے یہ آئینہ دِکھانا
کوثر متعفن، کبھی ہارون مُغلَّظ

عُشّاق حسینوں کی پروڈکٹ بنے ہیں
سو حُسن کی کوشش سے ہے مفتون مُغلَّظ

ناداں نہ بنو، اِس سے کبھی عمر نہ پوچھو!
اِس بات پہ ہو جاتی ہے خاتون مُغلَّظ

پڑھتے ہیں مجھے دہر کے سٹھیائے ہوئے لوگ
اِس واسطے لکھتا ہوں میں مضمون مُغلَّظ

اُبال

(ثروت حسین مرحوم کی نظم "وصال" کی پیروڈی)



peon کی آواز سنی
کل دفتر میں گھستے ہی

نیّت میں چرکین بنے
ہم میٹنگ کو چلتے ہی

اے سی آر کا ڈر جاگا
باس سے آنکھیں ملتے ہی

ڈاکٹر نے اگر لکھے ہیں خط
تُو نے پڑھوائے یا پڑھے ہیں خط

تُو ہی آدابِ خط نویسی سیکھ!
منچلوں کے تو منچلے ہیں خط

مرزا غالبؔ نے بھی لکھے ہوں گے
قطری شہزادے کے چلے ہیں خط

پتھروں پر لپیٹ کر پھینکے
یُوں بھی اُس شوخ کو دیئے ہیں خط

کیسے کیسے کتابی چہروں کے
جھرّیوں سے لکھے گئے ہیں خط

بونگیاں مارتے ہیں ہم یُوں ہی
اُن کے سارے نپے تلے ہیں خط

جس پہ رکھ کر پکوڑے دیتے ہو
وہ ہمارے لکھے ہوئے ہیں خط

ڈاک میں بھرتی ہو گئے ہیں رقیب
کیسے مانوں، اُنہیں ملے ہیں خط

ڈاکیے کہتے ہیں کہ ہیں ہی نہیں
خود کو ارسال خود کیے ہیں خط

یُوں "فٹے منھ" وہ لکھ نہیں سکتی
ہم کو سرقہ شدہ ملے ہیں خط

عشقِ مرحُوم کا خدا حافظ
ہاتھ بیگم کے لگ چکے ہیں خط

دھوکا بازی



پھر وہ اوتھ اُٹھا کر بھی کیوں باز رہے
جس کے ڈی این اے میں دھوکا بازی ہے
مدِ نظر جب توند کا افضل کاز رہے
پھر وہ اوتھ اُٹھا کر بھی کیوں باز رہے
ٹھینگے پر آئین و لاء کا ناز رہے
بسکہ اُس کی ہر سُو لفڑا بازی ہے
پھر وہ اوتھ اُٹھا کر بھی کیوں باز رہے
جس کے ڈی این اے میں دھوکا بازی ہے

گالی ہو تکیۂ کلام، یُوں نہ زبان ہو مریض
ایسا سخن نہ ہو کہ جو سُن لے بیان، ہو مریض

آگہی نے وہ لُچ تلی، ہر سُو مچی ہے کھلبلی
میرا یقین ہو علیل، تیرا گمان ہو مریض

فرق ہے یہ کلاس کا، اِن کا بُرا بھی ہے بھلا
پی کے سگار ہو یہ ٹُن، کھا کے وہ پان ہو مریض

عشق کا وائرس بھی اب جاں کے زیاں کا ہے سبب
آپ کے دِل کے بوجھ سے آپ کی جان ہو مریض

سب کے ہی دانت تیز ہیں، سارے ہی فتنہ خیز ہیں
سارا ہی ملک اب پئے امن و امان ہو مریض

بول کچھ ایسے بول دے، اُردُو کے پیچ کھول دے
اہلِ سُخن کو سُن کے تو اہلِ زبان ہو مریض

تیری گلی میں اب چلے، ذات و صفات، نہ اوقات
مطبِ حُسن میں ہر اِک راجہ و خان ہو مریض

جذبۂ دِل ہو ایسا کہ رہ نہ سکے تُو آئے بِن
بالیں پہ تجھ کو کھینچ لے، اِتنا مہان ہو مریض

ٹھیک اگر ہوں سب ظفرؔ، بھوکوں مریں گے ڈاکٹر
اِن کی خوشی اِسی میں ہے، سارا جہان ہو مریض

آن لائن خریداری

آن لائن کی خریداری بہت رِسکی ہے
اِس میں چل جاتے ہیں اِس دور میں چکر کیا کیا
میں نے کس شوق سے منگوایا تھا کیا کیا لیکن
پارسل میں مجھے بھیجے گئے پتھر کیا کیا

ہیلمٹ

یار، تلقین ہے ہیلمٹ کی بجا
ہر ڈرائیور کو ہے حاجت اِس کی
ویسے سڑکوں سے تو بڑھ کر پیارے
گھر میں ہوتی ہے ضرورت اِس کی

(امیر خسرو کی ایک غزل کی پیروڈی)

ہو خواہ پیٹرول مہنگا مرا یار خواہی آمد
سرِ من فدا اے راہے کہ سوار خواہی آمد

ہمہ ووٹرانِ ملکی ہوئے بہرِ ٹھینگا ریڈی
بہ اُمید اِس الیکشن بشکار خواہی آمد

حسدے کہ اگلا دارد نہ گزاردت بدینساں
تُو بہ نغز گرنیائی، بہ ڈکار خواہی آمد

مرے گھر میں ڈاکو آئے تو بیا، نہ پوچھ وائے!
پس ازاں کہ لُوٹ بھاگیں بہ چہ کار خواہی آمد

بیک آمدن ربودی میری آمدن ہی ساری
چہ شَوَد اگر بدینساں دو سہ بار خواہی آمد

اِس جہاں میں کیا کسی کانے کو ہم کانا کہیں
ایسا کہنے والے کو سب لوگ دیوانہ کہیں

کارِ فرزانہ کی تو اُمید رکھنا ہے عبث
نام فرزانہ ہے تو پھر اُن کو فرزانہ کہیں

مت لکیریں پیٹئے اقدارِ اعلیٰ کی یُوں ہی
جو نگہِ عالم میں ہے عزت کا پیمانہ کہیں

باہمی امداد کو ایسے بُرا کہتے نہیں
کچھ تو اپ ٹو ڈیٹ ہوں، رشوت کو نذرانہ کہیں

آپ تھانے دار ہیں تو کیجے لِتّر سے علاج
عشق ہے دیوانگی تو ہم کو دیوانہ کہیں

کس قدر قرضے اُتر سکتے ہیں اپنے ملک کے
خلقتِ مقہور پر کر کر کے جرمانہ کہیں

رو کڑی پاکٹ میں ہو گی تو میں لوٹا دوں گا قرض
آپ سالانہ یا ماہانہ یا روزانہ کہیں

ایسا کلجگ ہے تو پھر چوہالنڈورا ہی بھلا
جب اڑنگی دینے کو بھی لوگ یارانہ کہیں

ہو چکی ہے کس قدر ہُوٹنگ سرِ بزمِ سخن
شاعری کی ساری کتھا، سارا افسانہ کہیں

ٹینسز

یُوں ٹیسٹ تو ٹینسز[1] کا لیا مت کیجے
ملتی نہیں اِس سے تو زباں کو معراج
انگریزی ہمیں ویسے بھی آ سکتی ہے
ابلاغ گرامر کا نہیں ہے محتاج

جزا

لوگ کہتے ہیں عبادت کی جزا ملتی تو ہے
سُنتے ہی اِس کا پریکٹیکل کرا کر آئے وہ
جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد گئے تھے کل ظفرؔ
اور جزا کے طور پر جوتے اُٹھا کر آئے وہ

---

[1] Tenses

سرِ کیچ دلدل ہے آزاد جل رُھ[۱]
یا جمہورِ ملکِ خداداد جل رُھ

یہ انساں کا بچہ ہی انساں نہیں ہے
وگرنہ ہے جل رُھ کی اولاد جل رُھ

بھلا کیسے گل چینوں کا ذکر ہو گا
کرے گا رقم جب بھی روداد جل رُھ

گُلِ شیریں کو اتنا پگلایا کب ہے
نکالے جُوئے کیچ فرہاد جل رُھ

گلابوں نے کیچڑ میں کھلنا نہیں ہے
بنائے کسے اپنا داماد جل رُھ

---

۱ ہندی زبان کا لفظ مطلب کنول

تو کیوں آبِ شفّاف کے خواب دیکھے
اگر کیچڑوں میں ہے دلشاد جل رُھ

حمل کیچ زادی کا باندھے گا ناداں
تو پائے گا ویسی ہی اولاد جل رُھ

اگرچہ ہے کردار میں ٹھینگا خوشبو
مگر نسلِ گل ہونے پہ شاد جل رُھ

سجائے گا جھیلوں کو کائی سے مِل کے
تو پائے گا تمغہ و اسناد جل رُھ

بٹھایا تھا بھٹہ مرا مس کنول نے
سو میری ہزل میں ہے آباد جل رُھ

ظفر حال آنے لگے مینڈکوں کو
کرے حالِ دِل ایسے ارشاد جل رُھ

طلب و رسد

یہ طلب و رسد کا ہے کلجگ
سِکّہٗ وقت ہو تو چل بھی سکے
شاعری کس کے پلّے پڑنی ہے
جنتری کی کتاب ہو تو بِکے

ہر فن مولا

اُن کے ہر فن مولا ہونے پر کیا شک
ہر جا، ہر اِک فن کے ذمہ دار وہی
آفس میں بھی ایک برانچ انچارج ہیں وہ
گھر میں بھی ہیں کچن کے ذمہ دار وہی

تہبند نے کر دی کہیں شلوار تہِ تیغ
پتلونوں کے دم سے کہیں اقدار تہِ تیغ

چُوہوں سے بھی ڈرتا ہوں مگر خوابوں میں تنہا
کر دیتا ہوں اِک لشکرِ جرّار تہِ تیغ

شاپنگ پہ خواتین اِسی عزم سے نکلیں
کر ڈالیں گی بازار کا بازار تہِ تیغ

مصروف کیے رکھتی ہے دفتر سے زیادہ
کر دیتی ہے بیگم مرا اتوار تہِ تیغ

گیہوں سے پسے ساتھ میں ہم گھن بھی پسیں گے
تنہا نہیں ہوتے ہیں گنہگار تہِ تیغ

خود سینۂ شمشیر پہ گر سکتی ہے سرکار
بے تیغ نہیں ہوتے ہیں ہر بار تہِ تیغ

آزادیٔ اظہار بھی دے رکھی ہے لیکن
ہیبت سے کئے رکھتے ہیں گفتار تہِ تیغ

یہ جنگِ ہوس اِس سے لڑی جا نہیں سکتی
میدانِ خوشامد میں ہیں خود دار تہِ تیغ

اُف توبہ، یہ نقّاد کی جلاد مزاجی
دیکھے ہیں ظفرؔ کے سبھی اشعار تہِ تیغ

ایک مچھر کا روزنامچہ

اِک اسامی تھی کوئی دوشیزہ
لے لیا اُس کے بدن کا وِیزہ
اُس نے پہنا تھا گریبان کھلا
سو مجھے مل گیا پکوان کھلا
گال تھے سرخ اناروں جیسے
درگزر کرتا تو کرتا کیسے
دودھیا بازو تھے شہوت دیتے
موج میں آنے کی دعوت دیتے
پاؤں کالے تھے مگر مجھ کو کیا
تھے مرے واسطے اچھا کھاجا
اُس کی ترغیب پہ کاٹا میں نے

پولیٹیشن ہیں پسندیدہ مرے
اِن میں ملتے ہیں خزانے خوں کے
ایک تو جسم میں بھی بوہتا ہے
اور پھر قوم کا بھی ہوتا ہے
یُوں شرابیں جو شرابوں میں ملیں
نشہ بڑھتا ہے، یہ شاعر بھی کہیں
بسکہ جب ہاتھ لگا کل ڈیرے
ہو گئے وارے نیارے میرے
صورتِ رِند میں پیتا ہی گیا
گھونٹ در گھونٹ میں جیتا ہی گیا
عین تشبیب پہ کاٹا میں نے

اور اِک سیٹھ کا قِصّہ بھی سنیں
میری تقدیر پہ سر اپنا دُھنیں
سیرِ گودام کو آئے تھے وہ
بسکہ پھولے نہ سمائے تھے وہ

اِتنے فربہ تھے، نِرا سانڈ کہیں
تھلتھلاتا تھا بدن چلتے میں
چاروں جانب تھے لڑھکتے پھرتے
نانگا پربت تھے وہ چلتے پھرتے
دِل ہوا دیکھ کے اُن کو شاداں
کرلیا تگڑے سے لنچ کا ساماں
ساری تنصیب پہ کاٹا میں نے

کوئی عصرانہ کہیں چلتا تھا
بِن بلائے میں وہاں جا پہنچا
مقتدر لوگ جمع تھے سارے
گویا اربابِ وضع تھے سارے
ہر کوئی تھا وہاں سُوٹڈ بُوٹڈ
دیکھنے والے تھے اُن کو میوٹڈ
جتنی لیڈیز وہاں اُس شب تھیں
مختصر کپڑوں میں سب کی سب تھیں

کارِ سرکار بتاتے تھے وہ
قوم کا پیسہ اُڑاتے تھے وہ
سب کو تقریب پہ کاٹا میں نے

رات نکلے یُوں ہی میں اور کزن
ایک شاعر تھا کہیں غرقِ سخن
لکھتا ہی جاتا تھا وہ سہ غزلے
دیکھ کر اُس کو بہت ہم "پزلے"
حال فاقوں سے بُرا تھا ایسا
لگ رہا تھا وہ مرے ہی جیسا
بیوی بچے بھی وہیں سوئے تھے
خاصے مدقوق تھے چہرے اُن کے
قطرۂ خون کیا ملتا اُن سے
کام تو خیر کیا چلتا اُن سے
زعمِ تہذیب پہ کاٹا میں نے

ہندو پاک کی جنگ



ہندو پاک کی جنگ بھی کیسی جنگ رہی
دونوں جیت گئے ہیں اپنے لوگوں میں
باتوں کی گرجیلی توپ تفنگ رہی
ہندو پاک کی جنگ بھی کیسی جنگ رہی
ایسے ہُوئی کہ دیکھ کے دنیا دنگ رہی
دونوں چھاتی ٹھونک رہے ہیں خبروں میں
ہندو پاک کی جنگ بھی کیسی جنگ رہی
دونوں جیت گئے ہیں اپنے لوگوں میں

آ دھمکا تھا دُکان میں اِک اسلحہ بدوش
لُوٹا گیا ہے بسکہ کوئی اسلحہ فروش

یہ ازدواجی جنگ کے غازی ہیں دوستو!
شادی شدوں سے بڑھ کے کہاں ہوں گے سرفروش

بَڑ بولے اِس قدر بھی نہ بنئیے جنابِ من
میں بولنے پہ آیا تو ہو جائیں گے خموش

ہم سے سوا کروَنا نے غیرت دکھائی تھی
کرڈالا تھا جناب نے سب کو نقاب پوش

تلکے بزرگوار بھی چکنے جمال پر
بے باکیوں کے نام ہوئے ہر کسی کے ہوش

جن ساغر و صراحی میں پیتے تھے رِند مئے
میخوار پوٹھوہار کے لسّی کریں گے نوش

یہ منصفانِ عصر کا ہے فوری فیصلہ
ریوالور بکف ہے تو قاتل کا کیا ہے دوش

کیا جانے کس دُکان میں کیا لینے گھس گئی
آوازیں نصف بہتر کی آئیں بصد خروش

اِتنی گرانیوں پہ لڑھکنا ہی بنتا تھا
یہ ڈھیٹ پن ہے، زندہ ہیں اب بھی سفید پوش

حقوق کی خیرات

اُس جگہ پر مانگنا تو ہے عبث Guys حقوق
جس جگہ پر چھینتے ہیں ہو کے سب Rise حقوق
وہ تو ووٹوں سے نہیں سَوٹوں کے بل پر آئے ہیں
حکمراں جائز نہ ہوں تو کیسے دیں جائز حقوق

کشمیری چوڑیاں

پہلے ہوتی تھیں ظفرؔ
کھنکھناتی ۔۔۔۔ چُوڑیاں
اب تو ہیں کشمیر کی
ٹنٹناتی ۔۔۔۔ چُوڑیاں

(آبرو مبارک شاہ کی ایک غزل کی پیروڈی)

یا اشارہ کوئی اثبات کرو
یا No، دو میں سے تو اِک بات کرو

سب گدھے رشک سیں ہو جاں بے حال
ناز کا اسپ اگر لات کرو

لات پڑنے کوں سعادت سمجھو
یار سوں دِل کی اگر بات کرو

بھنگ کا وقت نہیں یہ پیارے
گھر میں چائے سے مدارات کرو

کوئی کھڑ پینچی کا دعویٰ ہے اُسے
تو ظفرؔ سیں کہو، اب ہات کرو

بھُتنیوں کو بھی سائے کی ہوتی ہے تانگھ[1]
بر میں "نائیس گائے" کی ہوتی ہے تانگھ

جملہ خُوباں میں تو حُسن ہو یا نہ ہو
خُوب غمزے، کنائے کی ہوتی ہے تانگھ

لڑکیوں کو نہیں آئینے پہ یقیں
کسی "بٹرنگ" سی رائے کی ہوتی ہے تانگھ

بزمِ جاناں میں لملیٹ رہتے ہیں ہم
رہروؤں کو سرائے کی ہوتی ہے تانگھ

ساکنِ دِل سے نقدِ وفا چاہیے
اِس مکاں کے کرائے کی ہوتی ہے تانگھ

---

۱ پنجابی لفظ مطلب خواہش

عقد کا شوق ہے ہر چھڑے چھانٹ کو
گویا "ڈو اور ڈائے" کی ہوتی ہے تانگھ

شوہروں کے ضمن میں خواتین کو
اللہ میاں کی گائے کی ہوتی ہے تانگھ

وہی لاہوریا ٹھہرا لاہور میں
جس کو پھجے کے پائے کی ہوتی ہے تانگھ

عاشقِ ڈھیٹ کو اور کیا چاہیے
لیلائے "شائے شائے" کی ہوتی ہے تانگھ

رِند کو میکدے کی ہوس ہے تو ہو
مابدولت کو چائے کی ہوتی ہے تانگھ

پیٹ کا راز عورت کو ٹکنے نہ دے
کسی اپنے پرائے کی ہوتی ہے تانگھ

جین زی کی محبت کی کیا بات ہے
ہائے کے ساتھ بائے کی ہوتی ہے تانگھ

مٹی پلید

(فلم "غرناطہ" کے لیے شاعر تنویر نقوی کے گانے کی پیروڈی)

کس نام سے پکاروں کیا نام ہے تمھارا
کیوں تم کو دیکھتے ہی دِل کہہ اُٹھا "چھوہارا"

دیکھو نحیف کتنے صحت کے سلسلے ہیں
لگتا ہے کہ خلائی مخلوق سے ملے ہیں
کیا دنیا کو ہنسانے تم آئے ہو دوبارہ

تم کیری کیچروں سی تصویر بن کے آئے
طنز و مزاح کی اِک تحریر بن کے آئے
کچھ جان ہی پکڑتے آؤ نظر خدارا

اوروں سے اِسی طور بڑا ہو گا شُترمرغ
اک ریت کے ٹیلے پہ کھڑا ہو گا شُترمرغ

شامت نے اُسے دُم سے پکڑ لینا ہے آ کے
جب ریت میں منھ دے کے پڑا ہو گا شُترمرغ

سُننی ہے کہاں بات شترمرغی نے اُس کی
غصّے میں ہواؤں سے لڑا ہو گا شُترمرغ

نہ اُونٹ سے رشتہ ہے نہ مرغے سے تعلق
خود اپنے ہی منھ آپ، مڑا، ہو گا شُترمرغ

سیکھی نہ اگر دشت میں کنبے کی پلاننگ
تنگنائے گا، جنگل میں وَڑا ہو گا شُترمرغ

ہشاش نہیں ہے کسی پنجرے کی فضا میں
تپتے ہوئے صحرا میں سڑا ہو گا شُترمرغ

اطراف میں پھیلی ہیں ہوسناک نگاہیں
انڈوں کی حفاظت کو کھڑا ہو گا شُترمرغ

اِنسان سی مخلوق سے نبھ جائے گی اِس کی
تھوڑا سا اگر چکنا گھڑا ہو گا شُترمرغ

تم دیکھنا صحرا میں بھی ہو جانا ہے پھڈا
حق بات پہ اِک روز اَڑا ہو گا شُترمرغ

جب منہ کو چھپا لیتا ہے، ہوتا ہی نہیں ہے
کیوں کیم کے دیدوں نے پھڑا ہو گا شُترمرغ

بسکہ یہ چرندہ نہ پرندہ نہ درندہ
تخلیق کئے اپنا دھڑا ہو گا شُترمرغ

پر رکھتے ہوئے ٹھیک سے اُڑنا نہیں آیا
جیون میں کبھی خاک چھڑا ہو گا شُترمرغ

مجنوں سے تو منھ ماری ہوئی ہو گی یقیناً
محمل کی طرف جب بھی بڑھا ہو گا شُترمرغ

ایک مشورہ

عاشق و معشوق بھی
اِس قدر مصروف نہ ہوں تجزیہ ذات میں
وقت مل پائے نہ باہم عشق کرنے کا اُنہیں

مستری

اِس مُعمّے کو بھی حل کرنا ہے ہم نے آخر
فِیل سرمست کو زنجیروں میں ڈالیں کیسے
کام پھیلے تو سمیٹیں اُسے کس حیلے سے
مستری گھر میں گھسا لیں تو نکالیں کیسے

ہمارا سگا

ہم ہی نے کی نہیں اِس رشتے پہ ہاں
عدو جگ بنتے بنتے رہ گیا ہے
کسی کے جبڑوں میں آ نہ سکے ہیں
سگا سگ بنتے بنتے رہ گیا ہے

مخمس بر غزل

(قلندر بخش جرأتؔ)

بزم میں دیکھا جو جا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں
کہا، منھ میری دشا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں
کہا، مینشن تو خطا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں
"میں کہا ایک ادا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں
دیکھ ٹک آنکھ چرا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں"

کیا خبر کس کے لطیفے پہ وہ ہو گول اُٹھا
یُوں ہنسا، بجتا ہوا جیسے کوئی ڈھول اُٹھا
اُس کو دیکھا جو فری، فدوی بھی پر تول اُٹھا
"سب سے ہنستا تھا وہ کل، رو کے جو میں بول اُٹھا
ہم سے بھی ٹک تُو ہنسا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں"

میں کہا راگ ترے گاؤں تو بولا وہ کہ ہُوں
فون ریچارج میں کرواؤں تو بولا وہ کہ ہُوں
میں کہا تیرا میں کھلاؤں تو بولا وہ کہ ہُوں
"میں کہا دِل کو میں لے جاؤں تو بولا وہ کہ ہُوں
لے چلا جب میں اُٹھا کر تو لگا کہنے، اُوں ہُوں"

میرے سر ہونے لگی مفت میں جب دِل کی لگی
مجھ کو آپے میں نہ رکھ پائی حماقت یہ مری
ہو گیا بٹوہ مرا اُس کی محبت میں تہی
"میں کہا صبر و دل و دیں نے وفا ہم سے نہ کی
بے وفا تُو تو وفا کر، تو لگا کہنے، اُوں ہُوں"

میں کہا، صحبتِ پاکیزہ میں میری آرے
شب میں دکھلاؤں گا، دِن میں نہیں تجھ کو تارے
کس لیے اوروں کے سُنتا ہے تُو جھوٹے لارے
"میں کہا صحبت اغیار بُری ہے پیارے
اِن سے اتنا نہ ملا کر، تو لگا کہنے، اُوں ہُوں"

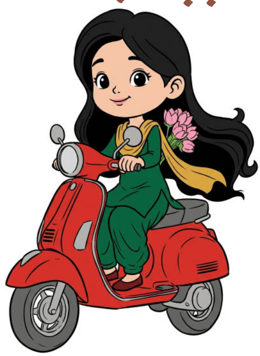
میں کہا، تُو ہے فقط یارمرا، بولا ، ہُوں
اور پھر دیکھ کے گھر بار مرا بولا، ہُوں
میں کہا، بنتا ہے غمخوار مرا، بولا، ہُوں
”میں کہا سمجھے ہے آزار مرا، بولا، ہُوں
جب کہا کچھ تو دوا کر، تو لگا کہنے ،اُوں ہُوں“

میں کہا،عشق کے آتے ہیں مجھے بھی آداب
تیرے فرداکو میں کردوں گاوفا سے سیراب
خُوش نہیں آتی ہے اب اور تجرد کی حجاب
”میں کہا،اب تری دُوری سے ہے جرأت بے تاب
کچھ تو کہہ پاس بلا کرتو لگا کہنے،اُوں ہُوں“

ایک شعر

مشتہر ہم کو تاڑو اُنھوں نے کیا
کر کے میک اپ جو چاؤ بڑھاتے رہے

پاپا کی پریاں



چلائے شوق سے پاپا کی ہر پری بیشک
اُڑن کھٹولا نہ سمجھے مگر سکوٹی کو[۱]

بنی ہے اُن کے لیے شہر کی ہر ایک سڑک
چلائے شوق سے پاپا کی ہر پری بیشک
مگر نہ کرتی پھرے راہگیروں کے تو لک[۲]
سٹیکروں کی طرح راستوں میں چسپاں وہ
چلائے شوق سے پاپا کی ہر پری بیشک
اُڑن کھٹولا نہ سمجھے مگر سکوٹی کو

---

۱ یہ ترائیلے ازراہِ تفنن لکھی ہے ورنہ بچیاں انتہائی محتاط اور ذمہ داری سے سکوٹی چلاتی ہیں،

۲ انگریزی کا LUCK ہو یا پنجابی کا ”لک“، دونوں چلیں گے۔

اِتنی گہرائی میں جا پائی نہیں نظروں کی ڈونگھ
ناپ میں آتی نہیں چاہِ ذقن والوں کی ڈونگھ

چشمِ زوجہ جھانک لے گی اِن میں آسانی کے ساتھ
آپ جتنی بھی بڑھا لیں بے وفا سوچوں کی ڈونگھ

آبدوزیں فکر کی ہم لوگ دوڑاتے پھریں
اِس قدر پاتال سی مت کیجئے باتوں کی ڈونگھ

یُوں نہ ہو کہ ٹائٹینک بن کے رہ جائے نظر
قابلِ پیراکی رکھیے اپنی اِن آنکھوں کی ڈونگھ

کیسے کیسے حُسن کو سالم ہڑپ کر لیتی ہے
صورتِ گرداب ہوتی ہے سبھی عمروں کی ڈونگھ

گویا ہر بھوکا، شکاری کی طرح دعوت میں ہے
بوٹیوں کو کھا گئی ہے غالباً "شوروں[۱]" کی ڈونگھ

ہاتھ دے دے میرے بینک بیلنس کے ہاتھوں میں کوئی
وہ اگر ٹھینگے پہ رکھتا ہے مرے جذبوں کی ڈونگھ

ویسے ہی سسرال کو سسرے بنائے ہیں کنواں
جیسے افسانوں کو گہرا کر دے کرداروں کی ڈونگھ

لے کے پھرتے ہیں ظفرؔ نقّاد مقیاسِ عمق
نغز گو اِتنی بڑھائے جاتے ہیں شعروں کی ڈونگھ

---

۱ پنجابی میں شوربے کو کہتے ہیں۔

(مرزا غالبؔ کی ایک غزل کی پیروڈی)

حُسن ٹھینگے پہ دھرے، خاک یہ مال اچھا ہے
اِس سے اے آئی کا مصنوعی جمال اچھا ہے

بجلی دیتے نہیں اور بِل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
واپڈا والوں کا یُوں کرنا حلال اچھا ہے؟

اور بازار سے لے آئے اگر لُوٹے گئے
بسکہ اسمارٹ سے بٹنوں والا مال اچھا ہے

بوجھ چُپ چاپ جو ڈھولے تو سوا نقد ملے
وہ گدھا جس میں نہ ہو خُوئے سوال اچھا ہے

نرس کو دیکھ کے آتی ہے جو منھ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دیکھیں کب پاتے ہیں ہم لوگ دبئی کا ویزہ
اِک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

سُوئی کے ناکے سے گزرا ہے اگر کوئی تو واہ
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے

ایسے کلجگ میں بھلا عقد کسے راس آیا
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

آٹھواں طفل بھی چلاتا ہوا آ پہنچا
پھجے کے باغ کا یہ تازہ نہال اچھا ہے

سب کو معلوم ہے جنرلز کی سیاست کا مآل
دِل کے خوش رکھنے کو کہیے کہ ہاں آل اچھا ہے

آپ بدنامی کے ذریعے ہو نہ پائیں گے نِرُوڈھ [۱]
اور شے شہرت ہے، چپرسئے! ہو نہ پائیں گے نِرُوڈھ

اب تو ہے پی آر بھی لازم ہُنر کے ساتھ ساتھ
کوششیں کر کر کے مرئیے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڈھ

آگے بڑھ سکتے نہیں، ڈڈّو کنویں کے بن کے آپ
تجربے کرتے نہ ڈرئیے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڈھ

بے سبب ٹک ٹاک پر اُلٹا لٹکنا ہے عبث
وقت کا جرمانہ بھرئیے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڈھ

---

۱ ہندی زبان کا لفظ مطلب مشہور

پٹخیاں کھانی پڑیں گی، عشق کی بازی ہے یہ
جیت لیں گے، پہلے ہر ریئے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڑھ

کام نہ دیں گی سرِ راہے کی صلواتیں کبھی
یُوں کسی کو کہہ کے "پرئیے[1]" ہو نہ پائیں گے نِرُوڑھ

جھکنے والوں نے ہمیشہ رفعتیں پائیں حضور
ڈال کر گردن میں سریے ہو نہ پائیں گے نِرُوڑھ

محنتیں کی ہیں اُنہوں نے، آج جو اسٹار ہیں
یُوں نہ ٹھنڈی آہیں بھر ریئے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڑھ

خوار ہونا ہی تھا آخر، کس نے دی تھی یہ صلاح
پولیٹکس میں پاؤں دھر ریئے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڑھ

داد پائیں گے اگر اوروں کے خُوب و زشت پر
داد کی تکلیف کریئے، ہو نہ پائیں گے نِرُوڑھ

---

[1] پنجابی لفظ مطلب پری

عینک



عینک
کھو بیٹھا جو
کیسے اُس کو ڈھونڈے
چشماٹو ہے سخت پریشاں
دیکھنے پائے کیسے
پہنے بِن وہ
عینک

چُپ کا قفل کھلا تو خچر بول پڑا
وہ جو کچھ لگتا تھا سوبر، بول پڑا

ایسے دِی آواز کسی کی نظروں نے
مجھ میں میرا کیری کیچر بول پڑا

پاس سے گزری جب اِک بچی واکر میں
پھینک کے بچہ اپنا فیڈر بول پڑا

خرّاٹوں پہ بیوی کو یہ خفگی ہے
سوتے میں بھی کیسے شوہر بول پڑا

رطب و یابس سُن نہ سکا تا دیر کوئی
چُپ رہنے کی دینے آفر بول پڑا

فلم میں ایسا موڑ آیا کہ توبہ، توبہ
پھر کردار نہ بولا، سینسر بول پڑا

کاش میں بیگم سے یُوں بول پڑوں جیسے
سُن کر ساس کی ٹرٹر سسر بول پڑا

چیخ اُٹھی جنتا بُوٹوں کے نیچے دب کے
ملک میں پھر اُنیس سو اکہتر بول پڑا

اِتنی سیدھی بات کسی نے پوچھی تھی
شاخ سے اُلٹا لٹکا بندر بول پڑا

مل نہ سکا جب اُس کو اپنے صبر کا پھل
تو اِک عرصے بعد سخنور بول پڑا

مٹی پلید

(فلم ''بوبی'' کے لیے شاعرمسرور انور کے گانے کی پیروڈی)

اک بار اُڑے ہم سے تو سو بار ملیں گے
ہم جیسے کہاں تم کو چڑی مار ملیں گے

اِن پیار بھری نظروں سے ہم تم کو پٹائیں
جن راہوں سے تم گزرو، وہاں جال بچھائیں
اب ڈھیٹ تمھیں ایسے نہ سرکار ملیں گے
ہم جیسے کہاں تم کو چڑی مار ملیں گے

لکھی ہے اگر جیت نصیبوں میں ہمارے
کرلیں گے شکار اپنا تمھیں ہم کبھی پیارے
تم ڈاج نہ دے پاؤ گے، تیار ملیں گے
ہم جیسے کہاں تم کو چڑی مار ملیں گے

دھاڑا تو ہے باگھ
بھُوکا تو ہے باگھ

اپنی نظروں میں
چُوہا تو ہے باگھ

اپنے کوچے میں
کُتّا تو ہے باگھ

جھوٹا صید بھی ہپ
بوڑھا تو ہے باگھ

آج سیاست میں
گنجا تو ہے باگھ

کام ہیں گیدڑ کے
بنتا تو ہے باگھ

بھاگ سے لڑنا تھا
بھاگا تو ہے باگھ

نامعلوموں نے
پالا تو ہے باگھ

بلّے بلّے تو ہے
بَلّا[1] تو ہے باگھ

ٹھینگا ہاتھ لگا
جھپٹا تو ہے باگھ

---

1 تحریکِ انصاف کا انتخابی نشان

عاشق ہے سو محفل میں ہے حقدارِ تواضع
کیوں بند کئے بیٹھے ہو بازارِ تواضع

چائے نہیں دینی تھی تو آنکھوں سے پلاتے
کم ظرفی نے رکھا اُنھیں بیزارِ تواضع

تہذیب فقط پیٹ بھروں کا ہے تکلف
افلاس کے ٹھینگے پہ ہے اقدارِ تواضع

شوہر پہ ہے لازم کہ وہی دُم کو دبا لے
جب بیوی کے غصے میں ہو آثارِ تواضع

لکھا بیٹھا ہوں اُس بزم سے لاتیں بقلم خود
تم کس کو سُناتے ہو سماچارِ تواضع

ہلکان نہ ہو یُوں ہی پیئے زردہ، پلاؤ
خوش آتی ہے سرکار کو نسوارِ تواضع

ویلکم کے لیے آتا ہے باہر تیرا کُتّا
یاروں پہ عیاں ہے ترا معیارِ تواضع

چل دیدکا اِک پیگ چڑھا لیتے ہیں چل کے
اِس ٹھنڈی سڑک پہ ہے عجب بارِ[1] تواضع

مہمان ہی ناواقفِ آدابِ وفا ہیں
شاعر تو لیے پھرتا ہے اشعارِ تواضع

---

[1] انگریزی والا بار BAR مطلب میکدہ۔

فاعلاتن فاعلن

ہر سمے فکرِ سخن
کس سیانے نے کہا، شاعر ہی بن!
روگ اپنی جان کو ایسا لگا لے جانِ من!!
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

پینترے الفاظ کے
یُوں بدلتا ہے، دِلوں کو جا لگے
اِس کی جدّت میں نمایاں بے عروضی کی پھبن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

شعر جب آنے لگا
بزمِ شعری میں یُوں چلّا نے لگا
جیسے مُردہ بول اُٹھے پھاڑ کر کوئی کفن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

ہینڈز اپ ہیں سب یہاں
بزمِ شعری میں ہے ہولی کا سماں
ڈال رکھا ہے غزل کی گن میں کیا رنگِ سخن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

سارے چھُومنتر ہوئے
اِس کی دہشت گردیوں کے خوف سے
فائرنگ کرتا پھرے دن رات شاعر لے کے گن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

جب اِسے پائیں کہیں
اُس جگہ سے سب کھسک جائیں کہیں
شاعری سُننے سے بچنا بن گیا یاروں کا فن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

گھر میں اب راشن نہیں
مطلقاً اِس بات کی اُلجھن نہیں
اِتنی چھوٹی بات پر کیوں کُڑکُڑاے اُس کی رَن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

☹😐☺

اِس نشے میں تو ظفرؔ
مبتلاء ہیں کیسے کیسے با ہُنر
سب چڑھائیں ہر طرح کے میڈ یا پہ آ کے چن
فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن

چچا کا گاؤں



منڈی بہاء الدین کے اِک گاؤں میں رہتے ہیں چچا
لاری بھی اِک حد تک جائے، آگے پیدل ہے رستا
اِتنا دور ہے اُن کا گاؤں
تھک جاتے ہیں چلتے پاؤں
اُن کے گھر تک جاتے جاتے ہو جاتا ہے اپنا کونڈا

منتخب ہو کر چلے جائیں تو پھر لوٹیں نہ مُنڈھ[1]
ووٹ لے لیں تو ہمیں پھر بعد میں پوچھیں نہ مُنڈھ

ہم پہ کھل جائیں اگر موصوفِ لیکھوں سے بعید
ہم اِنھیں رہزن پکاریں، پھر کبھی بولیں نہ مُنڈھ

ہم عوام الناس مالک ہیں، وہ چوکیدار ہیں
جن کا کھائیں، اُن کو انڈے کی طرح پھینٹیں نہ مُنڈھ

ہم کو لڑھکاتے پھریں منھ زور گھوڑے کی طرح
کھینچ سکتے ہیں لگامیں اُن کی، یہ سوچیں نہ مُنڈھ

---

[1] ہندی لفظ مطلب لیڈر، سیاستدان

لگتا ہے کہ اُن کا کھانا ہضم ہو پانا نہیں
چوہے بلی کی طرح ہم سے اگر کھیلیں نہ مُنڈھ

قوم کے حق میں کہاوت بادلوں والی بنیں
اولاً گرجیں نہ منڈھ اور ثانیاً برسیں نہ مُنڈھ

لندن و پیرس میں پھرنا دربدر قسمت ہے کیا
کون کہتا ہے، دِلوں میں آن کر ٹھہریں نہ مُنڈھ

جس طرح جمہوریت کی رُت میں ہیں پھُولے پھلے
اِس طرح جمہوریت کو پھول پھل بانٹیں نہ مُنڈھ

قوم اِن کی، قوم کا سارا خزانہ اِن کا ہے
عرض ہے، کچے کے ڈاکو کی طرح لوٹیں نہ مُنڈھ

ڈسکہ والا طیفا



ڈسکہ میں اِک یار ہے اپنا جس کو طیفا کہہ لیجے
آئے نظر تو ردِّ بلا کا کوئی وظیفہ کہہ لیجے
جو بھی اِس کی باتوں کو
سُنتا ہے، ہنستا ہے وہ
اور مزید میں کیا بتلاؤں، ایک لطیفہ کہہ لیجے

(ثروت حسین مرحوم کی ایک غزل کی پیروڈی)

یہ جو ٹُوٹ گیا ہے جھاکا، پھر نہیں ہو گا
کسی سے بھی سسرال میں ایسا پھر نہیں ہو گا

دورِ مصنوعات میں حُسن کو چاہنے والے!
ایسا رُوپ اور ایسا دھوکا پھر نہیں ہو گا

تیرے وِیر سے پِٹ کے تیرے در سے گیا ہے
اِس پنچھی کا دوسرا پھیرا پھر نہیں ہو گا

کر کے غبن جو جمع کیا پچیس برس میں
یُوں سامان کسی سے یکجا پھر نہیں ہو گا

"چولوں" سے تو بھرا یہ کوئے یار رہے گا
لیکن ڈھیٹ ہمارے جیسا پھر نہیں ہو گا

ملک سے یُوں ریٹائرڈ "وڈکے" بھاگ رہے ہیں
جیسے ہم لوگوں سے ملنا پھر نہیں ہو گا

وہ فارم سینتالیس پر
آیا لگا کر تیس پر

گھوڑے سے کھا کر لات کیوں
چلّاتے ہو سائیس پر

مرتا ہے پیشنٹ تو مرے
نو کمپرومائز فیس پر

شادی شدہ مردہ نہیں
دیدے ہیں ہر بلقیس پر

مر مٹ گیا مجنوں تو کیا
کُونڈا کرا لوں رِیس پر

کر لے نکھٹّو کچھ نہ کچھ
سن بیس سو چھبیس پر

ہمسائی کی ساڑھی ہے سیم
یہ ظلم ہے بلقیس پر

لیجے بھتیجے کی خبر
لٹّو ہے کس کی neice پر

بندر کو بھی شرمائے گا
لو آ گیا ڈائیس پر

تو اِس پہ بھی غزلیں لکھوں؟
کوّے کے ہیں نائیس پر

بھکاری



مانگنے والوں کو کہتے ہیں بھکاری تو پھر
بین الاقوامی بھکاری کو نہ پی ایم کہیے
فطرتاً شرم سے لیڈر رہی ہو عاری تو پھر؟
مانگنے والوں کو کہتے ہیں بھکاری تو پھر؟
ہاتھ پھیلانا خودی کی ہوسپاری تو پھر
جو کرے ایسا اُسے کیسے معظم کہیے
مانگنے والوں کو کہتے ہیں بھکاری تو پھر
بین الاقوامی بھکاری کو نہ پی ایم کہیے

مٹّی پلید

(فلم بیداری کے لئے فیّاض ہاشمی کا گیت)

آؤ بچو، سیر کرائیں تم کو پاکستان کی
جس میں چلتی ہے بدمعاشی[1] چھوٹے بڑے ہر ڈان کی
پاکستان سے زندہ بھاگ!
پاکستان سے زندہ بھاگ!!

دیکھو یہ ہے سندھ، یہاں زندہ بھٹو کا ٹولہ ہے
یہیں پہ روٹی، کپڑا اور مکان کا جس نے بولا ہے
چلتی ہوئی تلوار تھی پہلے اور اب تیر کا رولا ہے
گندی سیاست کر کے ہمیشہ گند ہی اِس نے گھولا ہے
یہاں کے کوچے کوچے کی اب صورت ہے شمشان کی
جس میں چلتی ہے بدمعاشی چھوٹے بڑے ہر ڈان کی
پاکستان سے زندہ بھاگ!
پاکستان سے زندہ بھاگ!!

---

[1] اس لفظ کو عوامی تلفظ کے ساتھ باندھا گیا ہے۔

یہ اپنا پنجاب اَٹا ہے چودھریوں اور ملکوں سے
اور یہ ٹھگے بھٹکاتے ہیں ہم چولوں کو نعروں سے
اِس کو سب موسوم کریں لاہور یا پنڈی والوں سے
باقی شہروں کا دامن تو بھر جاتا ہے ٹھینگوں سے
بسکہ سب کو ہڈیاں ہی ملتی ہیں بجٹ پکوان کی
جس میں چلتی ہے بدمعاشی چھوٹے بڑے ہر ڈان کی
پاکستان سے زندہ بھاگ!
پاکستان سے زندہ بھاگ!!

یہ علاقہ سرحد کا ہے، "کے پی کے" کے خان یہاں
بندوقوں کی ٹھائیں ٹھائیں سے پھٹتے ہیں کان یہاں
اور جگہوں کی طرح نہیں ہیں پیالی میں طوفان یہاں
کلاشنکوف بنا پھرتا ہے دیکھو ہر اک پٹھان یہاں
قوم کہے تو ابھی دکھا دے مردانگی مردان کی
جس میں چلتی ہے بدمعاشی چھوٹے بڑے ہر ڈان کی
پاکستان سے زندہ بھاگ!
پاکستان سے زندہ بھاگ!!

ایک طرف خیبر ہے، جہاں سے کابل کا مال بھی آتا ہے
یہاں پہ ڈیوٹی کرنے والا مالا مال ہو جاتا ہے
ایک طرف کشمیر ہمیں کشمیر کی یاد دلاتا ہے
کل تھا فخر کہ یہ بس پاکستان کا نعرہ لگاتا ہے
آج سند غداری[۱] کی جس کو وڈّوں نے دان کی
جس میں چلتی ہے بدمعاشی چھوٹے بڑے ہر ڈان کی
پاکستان سے زندہ بھاگ!
پاکستان سے زندہ بھاگ!!

آؤ بچو، سیر کرائیں تم کو پاکستان کی
جس میں چلتی ہے بدمعاشی چھوٹے بڑے ہر ڈان کی
پاکستان سے زندہ بھاگ!
پاکستان سے زندہ بھاگ!!

---

۱ جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے۔

جن دِیدوں میں خبثِ باطن کی بینائی ہے، کہتے ہیں
ایک اُنہی کی خاطر یہ تیری انگڑائی ہے، کہتے ہیں

نظر نہ آئیں اپنے "چولوں کے کہسار" بھی بدبختوں کو
"پربت جیسی غلطی ہے جو آپ کی رائی ہے"، کہتے ہیں

کرتی ہے پامال تقدس چار دیواری کا یہ لڑکی
سیدھی دِل میں ہی گھس آئی ہے، ہمسائی ہے، کہتے ہیں

طوطے جیسے دِیدے رکھ کر بھی بنتے ہیں فیئر اینڈ لولی ۱
اور جو اُس کا رستہ دیکھتا ہے، ہرجائی ہے، کہتے ہیں

---

۱ Fair and lovely

دیکھو دیکھو غلط کیا ہے تم نے جیون میں جو کیا ہے
بس بس ٹھیک ہماری ہر ہر کارروائی ہے، کہتے ہیں

آگ لگا رکھی ہے جس نے اِک دنیا کے اندر ہر سُو
اُس کے پیچھے اِک ننھی سی دیا سلائی ہے، کہتے ہیں

کنگلے سچ کی کلغی والے سچّوں کے آگے کیا وقعت
جُز طعنہ کچھ اور نہیں ہے، جو بینائی ہے، کہتے ہیں

عشق لڑی کے موتی ہیں، فرہاد ہو رانجھا ہو یا مجنوں
ایک پہاڑی، اک میدانی، اِک صحرائی ہے، کہتے ہیں

شوگر کے ڈر سے وہ اِس کے شعروں کا حظ لے نہیں پاتے
بسکہ کیانی نطق و بیاں میں اِک حلوائی ہے، کہتے ہیں

مزاحیکو

کر نہ پاؤں ٹاک
من گوری پر کھُل نہ پائے
بہتی جائے ناک

رکھے ٹیھکا حسُن
مارنے نہ دے لائن بھی
"ننجا" جیسا حسُن

ایسا لگتا ہے
چوکیدار نے مالک کو
کام پہ رکھا ہے

ہجر کی کیسی رات
کاٹ رہی ہے عاشق کو
مچھر جیسی رات

حُسن چھیڑے گا
عذرِ مستی رکھ کے جب
غالبؔ چھیڑے گا

بھاگ بچا کے جان!
دلاّلوں نے بانٹ لیا
سارا پاکستان !!

سُنتے ہیں کچھ کب
اندھے، بہرے، گونگے ہیں
فون پہ ہوں وہ جب

نانگا پربت؟ ہیں!
تو کیا باقی پربت ہیں
سَتّر پوشی میں؟

کیسے کہہ دیں No
اب ہے فرض میاؤں کا
جھاڑو پوچا تو

ہم سب ارزل ہیں
مخلوقات میں اشرف بس
کرنل جرنل ہیں

سب کو ہے احساس
لنڈے کے بقراطوں نے
قوم کا مارا ناس

کرتے جائیں پُش
اور یہ جنتا ہے اُن پر
لعنت بھیج کے خوش

ہونا ہی تھا ہاتھ
گھر کی کُتیا کا ہو لنک
جب چوروں کے ساتھ

راج ہے سالوں کا
اُجلے لوگوں کو ڈر ہے
کالے ڈالوں کا

کام کریں گے کیا
جن کو ہر دم خوف رہے
لوگ کہیں گے کیا

ایسے تو مت ڈانٹ
تیری گھرکی سے میری
بج اُٹھتی ہے ٹانٹ

سنگی! رو یا ہنس!!
سالگرہ کے تحفے میں
پا کے اور برس

رشوت لیں سب، واہ!
نوٹ پہ تصویرِ قائد
دیکھ رہی ہے، آہ!!

دِل بھی یار پُڑچھ[1]
پر ہے الفت میں درکار
بٹوہ بھی کچھ کچھ

[1] پنجابی زبان کا لفظ مطلب پکڑنا

ماروں گا میں گپ
بے سر کلغی والوں پر
(کڈھ لو، جو ہے سپ)

یکساں جرموں پر
امراء سارے باہر ہوں
غُرباء سب اندر

ربّا کاہے یُوں؟
جو بندہ بھی کم کم ہے
قوم کا لیڈر کیوں؟؟

بونگا پن دیکھیں!
اندر آگ لگائی ہے
باہر ثالث ہیں

جھوٹ سے رب ناراض
سچ بولیں تو پڑ جائیں
چوروں کے ”اِن لاز“

ساتھ ہیں foe کے ہی
جن کی جیب میں مہریں ہیں
حُب الوطنی کی

ہے کس جون میں، رے!
اپنے دیس میں ہے ہر دم
غداروں کی جے

وہ اور بھیجے پھول
ہو گا ”ایپرل فول“

جس کا جیسا رَول[۱]
ویسا اُس کا رُول[۲]

پنڈی شہر کے ہیں
اپنا کھاجا ڈھول

کس غم نے کر دیں
آنکھیں سوئمنگ پُول

---

۱ ROLE مطلب کردار
۲ RULE مطلب حکومت

بن بیٹھے فنکار
سارے اُول جلُول

میڈیا پہ چھائے
حضرتِ منقول

دِل کے پیچ کسیں
ہو جو عقل کا ٹُول

عاشق کو لترول!
سروس ہے معقول

خواب کریں زگ زیگ
گیسو کے مرغُول

یاروں کے لیے ایک نظم

(احمد فراز کی نظم "طاہرہ کے لیے ایک نظم" کی پیروڈی)

مجھ سے تو سب رج رج کھائیں
ذرا مروّت نہ دکھلائیں
اپنی باری ہاتھ نہ آئیں
یار تو "کھاؤ" لگتے ہیں

میرے پریت کی سُن گُن پائیں
تو یہ چاہیں، ہمیں لڑائیں
شر کوئی نہ کوئی جگائیں
یار تو "گھانچو" لگتے ہیں

ہر دم گھات میں اِن کو پائیں
راز ہمارے ڈھونڈ کے لائیں
جو نہ جانے اُسے بتائیں
یار تو "بھونپو" لگتے ہیں

پھیری والے



پھیری والے آتے ہیں تو الجھن ہی دے جاتے ہیں
پلے ککھ بھی پڑتا نہیں ہے کہ کیا بیچنے آتے ہیں
جب آواز لگاتے ہیں
تو وہ کیا فرماتے ہیں
جن سے پوچھیں، لاعلمی سے کندھوں کو اُچکاتے ہیں

ساری دنیا ہے مبتلائے ٹرمپ، مُوڈا اپنے دکھا گیا ہے یہ مُوڈھ [۱]
ہاتھ بندر کے آ گئی ماچس، آگ ہر سُو لگا گیا ہے یہ مُوڈھ

تیر اوروں پہ جب چلائے گا، اپنی لنکا کو بھی یہ ڈھائے گا
خیر خود اِس کی بھی نہیں یارو، اپنی آئی پہ آ گیا ہے یہ مُوڈھ

وحشتِ قیس کا تقاضا ہے، عشق کی واردات رنگیں ہو
ہیر ہو سسّی ہو یا شیریں ہو، سب کو لیلیٰ بنا گیا ہے یہ مُوڈھ

راز کوئی پتا چلا ہے اِسے تو نہ کاٹی گئی ہے رات کبھی
پیٹ میں رکھ سکا نہ بات کبھی، سب کو سب کچھ بتا گیا ہے یہ مُوڈھ

---

۱ ہندی لفظ مطلب احمق، جاہل

چلتے چلتے رُکے سبھی پنکھے، مجھ پہ گویا ہنسے سبھی پنکھے
واپڈہ لے گیا ہے کیا بجلی، مجھ پہ بجلی گرا گیا ہے یہ مُوڈھ

یہ جو معصوم لگ رہا ہے تجھے، میرا سب کچھ دبائے بیٹھا ہے
دل تو کب سے چرائے بیٹھا ہے، اب نظر بھی چرا گیا ہے یہ مُوڈھ

اِن کے جلوؤں کا ہے وہی افسوں اور میں کرتا پھرتا ہوں کھوں کھوں
لگ رہا ہے کہ جیسے اپنی بھی عمر مجھ کو تھما گیا ہے یہ موڈھ

مقتدر کو عزیز اپنا مفاد، باقی سنجوگ اِس کے ٹھینگے پر
دوسرے لوگ اِس کے ٹھینگے پر، دال اپنی گلا گیا ہے یہ مُوڈھ

سو ظفرؔ کو جو یار دیکھتے ہیں، کوئی راہِ فرار دیکھتے ہیں
جان تا دیر چھوڑی نہ اِس نے جب کہیں بھی سنا گیا ہے یہ مُوڈھ

کُتّا



کُتّا
بپھرا ہو تو
بن جاتا ہے بھُتنا
بہرِ تحفظ دے دو اُس کو
پتھر تھام کے دَبکا
تاکہ رہے وہ
کُتّا

سب پہ ظاہر ہے شیخ جی کی ٹیڈھ[1]
سب نے دیکھی ہے راستی کی ٹیڈھ

نیوز چینل بٹیرے باز ہیں سب
ٹاک شو میں ہے آگہی کی ٹیڈھ

بسکہ ہر بیوی کا شبہ ہے بجا
ہر میاں میں ہے دوسری کی ٹیڈھ

بخت ہو جاتا ہے جلیبی سا
رنگ لاتی ہے عاشقی کی ٹیڈھ

---

[1] پنجابی زبان کا لفظ مطلب خمیدگی، ٹیڑھا پن

اِس میں کیا نیک طینتی تیری
سیدھا رکھے اگر کسی کی ٹیڈھ

اب تو یُوٹرن رہ گیا بن کے
تھوڑی تھوڑی ہے ہر کسی کی ٹیڈھ

اب بٹھائے گی قوم کا بھٹھہ
کون سی حد پہ لیڈری کی ٹیڈھ

سرجری بھی ہے کاوِشِ بیکار
سیدھی ہو گی نہ آدمی کی ٹیڈھ

خُود تو اپنی غزل سُنا بیٹھے
کیوں چُبھے میری شاعری کی ٹیڈھ

(ظہور نظر مرحوم کی ایک غزل کی پیروڈی)

دیپک راگ ہے چاہت اپنی کاہے سنائیں تمھیں
تم ہو پاپ وراک کے شائق کیوں سلگائیں تمھیں

ترکِ محبت ترکِ تمنا کر چکنے کے بعد
مشکل یہ ہے قرض تمہارا کیسے لوٹائیں تمھیں

درد ہمارے گوڈے گٹّوں کا تب جانو گے
جب ٹکریں گی آ کے "ہڈی توڑ بلائیں" تمھیں

جب سالا بھی گھر والی کے زہر میں بجھتا ہے
گھر میں کیا ناٹک ہوتا ہے، کیسے بتائیں تمھیں

جن باتوں پر میچ ہمارا پڑ جاتا تھا روز
ڈر لگتا ہے وہ باتیں بھی یاد نہ آئیں تمھیں

نکّی کاکی، وڈّا جاکت، منجھلی پود اور ہم
بیرن فون کا دامن تھام کے روز بلائیں تمھیں

میری اپنی ہی غفلت سے ظالم بجلی کا
تار کوئی کہتا ہے آؤ، ہاتھ لگائیں تمھیں

زر و زمیں کی چنتا یا زن کا انیائے ظفرؔ
تینوں بیری ہیں جیون کے ہم سمجھائیں تمھیں

ڈرامے کا لیکھک

بننا پڑتا ہے مداری فنکر کا
کام سارا ہی چرڑی ماروں کا ہے
یہ ڈرامے کا ہے لیکھک سو ظفرؔ
کاتبِ تقدیر کرداروں کا ہے

فتنہ سازیاں

سرِ رمضان ٹی وی چینلوں پر
ڈرامہ بازیاں ہیں اور ہم ہیں
تقدس کا ہوا ہے جس سے کونڈا
وہ فتنہ سازیاں ہیں اور ہم ہیں

ہو کام تو گنیے نہ عمامے کے نقائص
مت ڈھونڈیے دردوں میں حجامے کے نقائص

انجام دیا کرتے ہیں ہر کام تمھارا
اِس واسطے نظروں میں ہیں کامے کے نقائص

اُستانی سے کیوں دِل کو لگا بیٹھا میں ناداں
کر دیتی ہے سیدھے میرے خامے کے نقائص

روشن مرے گھر میں مرے ماں باپ کے دم سے
چاچے کی ہیں کمیاں کبھی مامے کے نقائص

مرکوز مچھندر پہ نگاہیں رہیں سب کی
سو دنیا سے اوجھل رہے گامے کے نقائص

اسٹیج کرے جب تیری بیوی کوئی گھر میں
اِگنور کیا کر تُو ڈرامے کے نقائص

درزی کی خطائیں ہیں مبارک تیرے حق میں
کہلاتے ہیں فیشن تیرے جامے کے نقائص

منزل پہ اگر پہنچ گیا تو کوئی دیکھے
کیوں رہروئے بے ڈھنگ خرامے کے نقائص

اِس دور میں بس ایک حماقت ہے ظفرؔ جی
یہ سچے بیاں ہیں ترے خامے کے نقائص

آزاد

(مجید امجدؔ مرحوم کی نظم "یاد" کی پیروڈی)

دیکھ! پھر سے بنا چھڑا چھڑا سا
ہر سُو قلقاریاں میں بھرتا ہوا

جوں ہی بیوی گئی، اُبل آئی
ایک آزاد مست انگڑائی

صبح۔۔۔ہوتے ہی ہونے لگتی تھی
پرس اُلٹا کے بیوی محوِ مانگ
دِل لگاتا ہے آج اُلٹی چھلانگ

دوپہر۔۔۔جب ہو کام دفتر میں
تنگ کرتی تھی فون کھڑکا کے
آج بھُولی ہے میکے میں جا کے

رات۔۔۔بے فکر فلم دیکھتا ہوں
لے کے یارانِ کہنہ کو میں یہاں
زوجگی روک ٹوک سے ہوں پراں
ہر سُو قلقاریاں میں بھرتا ہوا

جسم ہے تیرا کسی پھول سے مِلتا جُلتا
اور ہے پھول کسی سُول[1] سے ملتا جُلتا

آخرش لے گئی پولیس بہ عنوانِ ثبوت
کوئی قاتل کسی مقتول سے ملتا جُلتا

کم سمجھتا نہیں بقراط سے کوئی خود کو
جو حقیقت میں ہے ہر فُول سے ملتا جُلتا

ہائے وہ توند کہ فٹبال بنی بیٹھی ہے
ارض بھی جس کا ہے کچھ طُول سے ملتا جُلتا

---

[1] ہندی زبان کا لفظ مطلب کانٹا

پا کے پھر تحفہ کسی سے ہے کہیں بیٹھا ہوا
دلِ رسوا، غمِ مقبول سے ملتا جُلتا

میری بیوی کسی اُستانی سی لگتی ہے مجھے
اور گھر ہے مرا اِسکول سے ملتا جُلتا

شکل سے ہوبہو جن بھوت نظر آتا ہے
گویا عامل بھی ہے معمول سے ملتا جُلتا

اِتنی بے شکل ہوئی ڈیموکریسی اپنی
اب یہ سسٹم بھی ہے کاکول سے ملتا جُلتا

کوئی دنیا میں نہ دیکھا یُوں دِلوں کا حاکم
سر پھرے حاکمِ معزول سے ملتا جُلتا

ہم نے سرکاری دفاتر میں بہت دیکھا ہے
نفرِ فارغ بھی ہے مشغول سے ملتا جُلتا

کوئی کب سے پئے تصدیق ہے آیا بیٹھا
تیرے ماضی کی کسی بھول سے ملتا جُلتا

دیدۂ تاڑو بھی مستی میں ہے ہشیار بہت
اب تو ہے دیدۂ معقول سے ملتا جُلتا

کوئی دنیا میں کہاں ملک مرے پیارے وطن
تیری مٹی سے، تری دُھول سے ملتا جُلتا

دیدہ ور پیدا ہوا تو ہے مگر اے اقبالؔ
تیرا شاہین ہے owl سے مِلتا جُلتا

واسطہ جن کا نہیں کوئی سیاست سے ظفرؔ
رَول اُن کا ہے یہاں رُول سے ملتا جُلتا

گرہ کٹ گرہیں

(سحرؔ انصاری کے اشعار سے دست درازی)

؎ رہِ خلوص میں مروا گئے شکم اپنے
"یہی ہوا کہ تمہارے ہوئے نہ ہم اپنے"

؎ وہ بولی بیٹے سے "اِن ماموں کو سلام کرو!"
"ملی بھی کیا درِ دولت سے کارِ عشق کی داد"

؎ آیا ہوں کیسے حالوں ترے کوچے جانِ جاں
"مجھ سے ترے خیال نے پوچھا، یہاں کہاں"

؎ وہ کھڑکی کھول گیا منھ جو لال ہونے لگا
"ہوائے تازہ چلی، جی بحال ہونے لگا"

؎ نیوز چینل سا نگر آباد ہے
"مجھ میں کوئی بے خبر آباد ہے"

؎ میں نہ کر سکا یہاں آ کے چل، مجھے آپ دینا پڑا ہے بل
"وہی جس نے بزم سجائی تھی وہی باریاب نہیں رہا"

؎ بیلنے سے تجھے کیوں کُوٹا گیا، کپڑا اتھا کیا؟
"گھر کی دیوار پہ یُوں کس نے سجایا ہے تجھے"

ے اُس کے بھیانے بھی آجانا ہے اُس کے پیچھے
”کیوں نہ اِس خواب سے بیدار ابھی ہو جائیں“

ے تمام عمر بنایا حیات نے مرغا
”یُوں ہی سلیقۂ عرض ہُنر نہیں آیا“

ے ترا جوتوں پہ رکھنا بیہمانہ، یاد رکھتے ہیں
”نشانی یاد رکھتے ہیں، نشانہ یاد رکھتے ہیں“

ے لومڑی جیسی شکل ہے اُس کی
”پھر بھی لگتی ہے باوفا سی کیوں“

ے مرے رقیب نے پھینٹا ہے مجھ کو موقع پر
”سزا بغیر عدالت سے میں نہیں آیا“

ے یہ دیکھ لو وہ چشماٹو ہیں، آنکھوں پر چشمہ رکھا ہے
”کیا دیکھ رہے ہو آنکھوں میں، اُن آنکھوں میں کیا رکھا ہے“

ے کن کن کو کیا کیا جانتا آیا تھا میں گدھا
”آتی ہے اپنی سادہ دلی پر ہنسی بہت“

ے کسی کی مونچھوں کے کُنڈل نے یُوں ڈرایا ہے
”وہ جرأتیں بھی گئیں وہ جسارتیں بھی گئیں“

ے لگی یُوں حالات کی دولتّی
”فرہنگِ ملال ہو گئے ہم“

گرہ کٹ گرہیں

(احمد ندیم قاسمی کے اشعار سے دست درازی)

ے عقدِ ثانی کی یہ قربانی ہے منظور مجھے
”میں ہوں سقراط مجھے زہر پلایا جائے“

ے یُوں ہی ڈراؤ نہیں بھوتنی سی بن کے ہمیں
”بس اب خدا کے لیے کاکلیں سنوارو بھی“

ے ایسے بوتھا لال ہوا ہے
”جیسے تیرا نام لیا ہو“

ے کون پھر اُپلے سجا کر آیا
”کس کی خوشبوئے بدن یاد آئی“

ے ناپے کوئی رستہ میرے گھر سے تیرے گھر تک
”اِتنا سا فقط فاصلہ ہے خیر سے شر تک“

ے اِسی باعث مجھے تھانے میں پڑے ہیں لتّر
”میں تو شامل ہوں محبت کے گنہگاروں میں“

ے سچ کہوں، شادی شدوں پر مجھے آیا ہے ترس
”جب بھی دیکھی تیری اُتری ہوئی صورت میں نے“

ے آس کشکول سی سرکار سے کیسے ہو ظفرؔ
"ظلم ہے ربط رکھوں گر کسی شہباز کے ساتھ"

ے اِس لیے صورتِ پھرکی ہیں مری کن انکھیاں
"میں فقط ایک ہی تصویر کہاں تک دیکھوں"

ے میں دیکھتا ہی رہا جیری لیوس کی فلمیں
"بچھڑ کے مجھ سے مگر تُو نے کیا کیا ہوگا"

ے کوئی رہ رہ کے مجھے بھیڑ میں جڑ دیتا ہے
"میرے دشمن کو مرے سامنے لایا جائے"

ے پاؤں گھسیٹنے کی صدا آئی تھی ابھی
"انداز ہو بہو تیری آوازِ پا کا تھا"

ے پڑیں گے خُسروں سے لِتّر، اُٹھا لے جائیں گے ڈالے
"تو کس کافر سے ملک و قوم کی بھی شاعری ہوگی"

ے اِتنا لمبوترا ہونا بھی نہیں ہے اچھا
"اے مجھے حدِ نظر تک نظر آنے والے"

ے بسکہ کئی ہزار زمانوں بعد بنا ہوں میں مرغا
"تم سا حسیں پیدا ہوتا ہے کئی ہزار زمانوں میں"

ے لوڈ شیڈنگ ہو گئی بے ٹائمی
"پھر بھیانک تیرگی میں آ گئے"

گرہ کٹ گرہیں

(اختؔر ہوشیار پوری کے اشعار سے دست درازی)

ے اِس ناک سے ہر طور کی کھینچی ہیں لکیریں
"دیوار کو چاٹا ہے، ہواؤں سے لڑے ہیں"

ے پارلر سے اپنی ہی گھر والی نکلی تھی مگر
"میں نے یُوں دیکھا اُسے جیسے کبھی دیکھا نہ تھا"

ے کسی کے ہاتھ نہیں آئیں ڈُڑکیاں میری
"زمانہ میرے تعاقب میں بھی گیا تھا بہت"

ے کون یہ اُپلے سجانے آیا
"ایک دیوار بنی جاتی ہے"

ے تری فصلیں فلک بوس ہیں فدائی پر
"مگر کرن کے گزرنے کو روزنِ در ہے"

ے یہ ایک تار جس کو پکڑ لیتے ہیں سبھی
"وہ اِک نگاہ جس سے کوئی آشنا نہیں"

ے تیار ہو نہ پائیں مسز نور تو ظفرؔ
"اک نور تھا کہ پچھلے پہر ہم سفر ہوا"

ے تُو اِن کو ڈھونڈا نہ کر نادرہ کے ڈیٹا میں
"یہ لوگ وہ ہیں جو چہرے بدلتے رہتے ہیں"

ے وہمِ لیلیٰ ہے کہ مجنوں کا چچا ہی ہو گا
"دور تک نقشِ قدم ہیں کوئی راہی ہو گا"

ے جس طرف تُو ڈھونڈ کر چلتا بنا
"اُس طرف بھی میں ہی تھا بیٹھا ہوا"

ے اُن کے پیچھے وِیر ہیں اور سارے ہی مسٹنڈے ہیں
"اُن کو ملنے سے بہت پہلے یہ سوچا ہوتا"

ے کارِ ٹی وی ہے فقط آنکھوں پہ پٹّی باندھنا
"شہر کا احوال تم گھر سے نکل کر دیکھتے"

ے جا رہا تھا اپنے کالج کی طرف اچھا بھلا
"آتی جاتی رہ گزر ناحق مجھے بہکا گئی"

ے وہ ٹھرکیوں کے دِلوں کو تھا سایۂ آسیب
"مگر خود اپنے ہی سائے سے خوف کھائے وہ"

ے ملا ہے اور ہر جانب سے ٹھینگا
"اُسی کو مہرباں کرنا پڑا ہے"

ے تری وفا چیل کا ٹھکانہ ہے، ماس کیا ہو
"یہ چاہتا ہوں کہ اب نیا کوئی خواب دیکھوں"

گرہ کٹ گرہیں

(ظہورنظرؔ کے اشعار سے دست درازی)

ع ڈھونڈ چھانگا مانگا میں اب چیچوں کی ملیاں ظفرؔ
"راستہ منزل کا کیوں پوچھا تھا مجھ گمراہ سے"

ع سُرخ ہو جاتی ہیں تشریفیں، ڈنڈے ایسے پڑتے ہیں
"شورش بھی، فریاد بھی چُپ ہے، موسم ہی کچھ ایسا ہے"

ع رقص ایسا دکھلایا، یُوں اسٹیپ اُٹھائے تھے
"مجھ کو اُس کی محفل میں حیرتوں نے آ گھیرا"

ع کچھ ایسا حال کیا تھا مرے رقیبوں نے
"تمام شہر میں پُرسانِ حال کوئی نہ تھا"

ع گئے دِنوں میں بھی مکو تُھی نے ٹھپّا تھا
"نئے دِنوں میں بھی ہم ہی ترا نشانہ بنے"

ع عمر بھر ہم کو گھسیٹا کوئے جاناں کی طرف
"عمر بھر سمجھایا میں نے، عمر بھر سمجھا نہ دِل"

ع تُو اپنے ٹھینگے کے دار پر بھی چڑھانے کا کس لیے ہے خواہاں
"یہ زندگی جو گزار لی یا گزر گئی ہے، یہی بڑی ہے"

؎ میں بھی ہوں قومی معیشت کی طرح ٹھنڈا ظفرؔ
"صبح تک شام کے منظر میں پڑا رہتا ہوں"

؎ جو "کوکیں مار" کے روئے تو شرمسار کیا
"کئے جو ضبط، اُنھیں ناگوار وہ بھی تھے"

؎ آئینہ سامنے ہے، عکس ترا سامنے ہے
"سنگدِل دیکھ تو لے مدِ مقابل کی طرف"

؎ گچی سے تھام لے گئی تنہائی رات کی
"دِل کو ترے خیال کی بیگار آپڑی"

؎ جب بھی پھسلا ہوں، گرا ہوں کسی نالے میں ظفرؔ
"کام کی ہم سے کوئی لغزشِ پا بھی نہ ہوئی"

؎ کیا کیجئے، بندہ بھی ہے ٹھرکی اِسی باعث
"اپنا بھی وہیں گھر ہے جہاں تیری گلی ہے"

؎ تجھ جیسا "ڈریور" نہیں دیکھا کہیں ہم نے
"اے گردشِ ایّام کسی موڑ پہ تھم بھی"

؎ کل دیدوں پہ اُس نے بھی چڑھایا نہ تھا چشمہ
"کل تو وہ تمھیں دیکھ کے چونکا بھی نہیں تھا"

؎ جو گن پوائنٹ پہ سب کو لُوٹیں، گرفت سے اُن کی کیسے چھوٹیں
"وہی مرے آس پاس ہیں پھر، وہی ترے دائیں بائیں ہیں پھر"

گرہ کٹ گرہیں

(وزیر آغا کے اشعار سے دست درازی)

ہمارے گھر میں تو سسرے ہی بس گئے آ کر
"ہمیں تو راس نہ آیا خود اپنے گھر رہنا"

پارک میں کیا تجھے لے جاؤں کہ مالی بھی کہے
"کون آیا ہے پرندوں کو ڈرانے والا"

ہمدرد لگنے لگ گیا مقدود کو رقیب
"کل تک جو ایک کوہِ گراں رہ گزر میں تھا"

فراڈیوں نے کچھ ایسی پڑھائی تھی پٹّی
"مجھے یہ وہم، ملے ڈھیر سیم و زر کے مجھے"

معذرت کر لی اُسی وقت بیانِ حق پر
"لال ہونے بھی نہ پائے تھے ابھی گال اُس کے"

مگن اِسی پہ رہے کر گسانِ این آر او
"قصور ہم نے کیا، احتساب اُس کا تھا"

دینے کو پرفیوم فقط میں نے ہی دِیا
"سارے جہاں میں پھیلی ہوئی تیری باس تھی"

؎ اِتنا نہ پاس آ کہ محبت خلاص ہو
"اتنا نہ دُور جا کہ ہمہ وقت پاس ہو"

؎ حق بات پر یُوں چُپی نہ پکڑو نویدؔ کی
"ایسا نہ ہو کہ سارا نگر بولنے لگے"

؎ گال کے اِک تِل کی خاطر پوری لڑکی کیا کروں
"اِک ذرا سے دِل کی خاطر دوستی کرنا بھی کیا"

؎ سب "شدوں" کا مآل دیکھا ہے
"پھر بھی ہم نے یہ روگ پالا ہے"

؎ کس بات پر سُجا دے کوئی بُو تھا، کیا خبر
"لفظوں کا اہتمام بھی کرنا پڑا تجھے"

؎ عقد کرنے چلا ہے کیوں ناداں!
"اتنی لمبی کڑی سزا سے ڈر"

؎ آئیں گے جب بھی رات ترے گھر میں ڈاکہ زن
"صورت بدل کے آئیں گے، بے نام آئیں گے"

؎ ہر ایرے غیرے کو قرض دیتے نہیں اُٹھا کے
"مگر وہ جب لوٹ کر نہ آیا تو میں نے جانا"

؎ کسے خبر، میں کدھر پڑ کے سو رہا ہوں گا
"کہاں سے آ کے اُٹھائے گا قافلہ مجھ کو"

کچھ اپنے بارے میں

نام	:	نویدکیانی، والدین کی یہی پسند تھی، پتا نہیں میں اُن کے لیے کن معنوں میں نوید یا خوشخبری تھا۔
ولدیت	:	راجہ محمد اسلم، جی ہاں ہم راجپوت ہوتے ہیں۔
قلمی نام	:	نویدظفرکیانی، ظفر تخلصِ محض ہے، اِس کی معنوی حقیقت کا کبھی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔
تاریخِ پیدائش	:	۵ جولائی ۱۹۶۳ء سمجھ لیں لیکن میرے یومِ پیدائش کو کاغذات میں درج اِس تاریخ سے شدید اختلاف ہے۔
جائے پیدائش	:	راولپنڈی۔ وہ راولپنڈی جو گیٹ نمبر ۴ سے کوسوں دُور ہے۔
تعلیم	:	ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس سے گزشتہ صدی کا سب سے بڑا اپرینک۔
ملازمت	:	ایک نام نہاد نجی کمپنی۔ اب ریٹائرڈ ہو کر حوالۂ اہلیہ و اہالیانِ خانہ۔
شاعری کا آغاز	:	پہلی نظم غالباً دس سال کی عمر میں لکھی تھی۔
اصنافِ سخن	:	مزاحیہ مضامین، افسانے، کہانیاں، غزل، آزاد غزل، نظم، لمرک، رباعی، قطعات، ماہیا، ہائیکو، سانیٹ، پیروڈی، ترائیلے، تروینی وغیرہ۔
تخصیص	:	زیادہ تر کام اُردو طنز و مزاح کے زمرے میں کیا ہے، ظاہر ہے جو آتا ہوگا، وہی کام کروں گا ناں۔

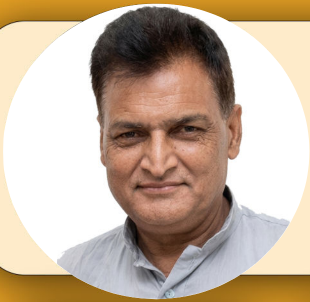
ادبی خدمات : بڑوں کا ادب کرنے کے علاوہ کچھ خاص نہیں۔ایک برقی مجلہ"سہ ماہی ارمغانِ ابتسام" ۲۰۱۱ءمیں جاری کیا،جس کو بعدازاں بھاری پتھر سمجھا اور ۲۰۱۸ءمیں چوم کر چھوڑ دیا۔اِس کے علاوہ فیس بُک کے معروف ادبی گروپ"موجِ غزل" کی بنیاد رکھنے والوں میں شامل رہا اوراُس سے تا مقدور بطور یکے از منتظمین منسلک رہا۔فیس بُک کے ایک اور گروپ"اُردو طنز و مزاح" کی بنیاد ۲۰۱۱ء میں رکھی،جس کے ممبروں کی تعداد اب ہزاروں میں ہے،اِس کی سرگرمیوں کا سلسلہ تادمِ تحریر جاری ہے۔

ادب میں اختراع : ایک نئی شعری صنف کی بنیاد رکھی،جس کا نام"نظمِ معین" ہے۔

ابتدائی کاوشیں : لڑکپن تک اپنے دور کے مختلف بچوں کے رسائل اور اخبارات کے بچوں کے ایڈیشنز میں ایک دوسرے قلمی نام سے لکھتا رہا، بعدازاں موجودہ قلمی نام سے بھی لکھا۔پہلی طنز و مزاح کی کاوش تیس روزہ"چاند" میں شائع ہوئی،جس کا سلسلہ ۱۹۷۰ کی دہائی سے اُس وقت تک مسلسل جاری رہا، جب تک وہ اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچ گیا۔اس کے ساتھ ساتھ مختلف ادبی وغیر ادبی اخبارات و رسائل سے فلرٹ کرنے کا سلسلہ بھی قائم رکھا، جن میں اُردو پنچ،شگوفہ، زیرِلب وغیرہ شامل تھے۔سنجیدہ کلام بھی لکھتا رہا ہوں اور لکھ رہا ہوں۔

برقی کام	:	یہ برقی کام خاصی برق رفتاری سے کیئے، برقی مجلے کے علاوہ اپنا سارا کا کام بہ انگلی خود برقیایا۔ علاوہ ازیں موجِ غزل کے ہفتہ وار مشاعروں کو برقیانے کا الزام بھی فدوی کے سر ہے۔
بچوں کا ادب	:	لالچ کی سزا۔
ترجمہ جات	:	برقی کتب "مہمان" اور "ایسا بھی ہوتا ہے" کے علاہ بے شمار مزاحیہ تحاریر و ڈرامے۔
سنجیدہ شاعری	:	جہانِ دگر، اور بارش ہو، میں اور چراغ، تخلیے کے رنگ، رنگ و بُو کے چھینٹے، بھید خموشی کا، خوابوں کی پرندگی۔
فکاہی مجموعے	:	ڈنکے کی چوٹ، ڈھول کا پول، زبان درازیاں، ارے!، کھری کھری، دگڑ دگڑ، کچھ میٹھا ہو جائے، قلم مستیاں، فرازیالوجی (احمد فرازؔ کے کلام سے چھیڑ چھاڑ)، سخن کی خارش، ایسی کی تیسی، لائق سینسر، کھنڈ مکھانے، ڈگڈگی، اُووووو، تازہ گنڈیریاں (مزاحیہ قطعات کا مجموعہ)، شگفتگو، ڈھینگا۔
زیرِ طبع مجموعے (اُمیدِ بہار رکھ!)	:	منبعِ جلال و جمال (حمد وثنا)، کاوشِ یکتا (نعت و منقبت)، فسانہ ختم ہوا، ہمارا وطن (مِلّی کلام)، جیسے کو تیسا (مجموعۂ پیروڈی)، اب چل، اِدھر اُدھر، جنگل جُگت، شُترِ بے مہار، شاعری قیمے والی (رُباعیات کا مجموعہ)، بول میری مچھلی! (لمرک کا مجموعہ)، ساون کی ملہار (بچوں کی نظمیں)، شکردان (طنزیہ و مزاحیہ غزلیات کا دیوان)، ظفرانیات (فکاہی کُلیات)، پیہم رواں (سنجیدہ کلام کی کُلیات)۔

صفحۂ آخر سہی، یہ اِس کتابِ نغز گوئی کا ظفرؔ
پر یہ جو انجام ہے یہ اِک نئے آغاز کا اعلان ہے



نوید ظفر کیانی کی شعری کائنات

مجموعۂ کلام

- جہانِ دگر
- اور بارش ہو
- میں اور چراغ
- تخلیئے کے رنگ
- رنگ و بو کے چھینٹے
- بھید خموشی کا
- خوابوں کی پرندگی

طنز و مزاح

- ڈنکے کی چوٹ
- ڈھول کا پول
- زبان درازیاں
- ارے
- کھری کھری
- دگڑ دگڑ
- کچھ میٹھا ہو جائے
- قلم مستیاں
- فرازیالوجی
- سخن کی خارش
- ایسی کی تیسی
- لائقِ سینسر
- کھنڈ مکھانے
- ڈگڈگی
- اُووووو
- تازہ گنڈیریاں
- شگفتگو
- ٹھینگا

زیرِ طبع

- فسانہ ختم ہوا
- منبعِ جلال و جمال
- کاوشِ یکتا
- ہمارا وطن
- جیسے کو تیسا
- شاعری قیمے والی
- بول میری مچھلی!
- شکردان

مَکتَبَہ اَرمُغَانِ اِبتِسَام